Al-Azhār

Volume 9, Issue 1 (Jan-june, 2023)

ISSN (Print): 2519-6707

Issue: http://www.al-azhaar.org/index.php/alazhar/issue/view/20

URL: http://www.al-azhaar.org/index.php/alazhar/article/view/438

Article DOI: https://doi.org/ 10.5281/zenodo.8051111

Title "SOCIETY'S ETHICS, REFORM AND UPBRINGING IN THE LIGHT OF SEERAT UN NABI (S.A.W) "

Author (s): Dr. Makhdoom Roshan Siddique, Muhammad Khalid Shafi.,Dr Hafiz Fayaz Ali

Received on: 26 January, 2023

Accepted on: 27 March, 2023

Published on: 25 June, 2023

Citation: Dr. Makhdoom Roshan Siddique, Muhammad Khalid Shafi.,Dr Hafiz Fayaz Ali, " "SOCIETY'S ETHICS, REFORM AND UPBRINGING IN THE LIGHT OF SEERAT UN NABI (S.A.W) ":," Al-Azhār: 9 No.1 (2023): 71-119

Publisher: The University of Agriculture Peshawar

Click here for more

"معاشرے کی اخلاقی واصلاحی تربیت کا نبوی منہج:

سیرت نبوی ﷺ کی روشنی میں"

"SOCIETY'S ETHICS, REFORM AND UPBRINGING IN THE LIGHT OF SEERAT UN NABI (S.A.W)"

**Dr. Makhdoom Roshan Siddique*
***Muhammad Khalid Shafi.*
****Dr Hafiz Fayaz Ali*

Abstract

Extremism is becoming embedded in societies around the world today. The seeds of hatred and division are being sown in East and West Issues like Islam phobia and terrorism are affecting people's psyche. At such a time in our country too serious moral problems have arisen at different levels which we continue to face day by day.

Nowadays, the morals of our people have deteriorated to such an extent that thanks to them we are defaming our religion. Hardness in speech has become our identity. Today, our morals are such that we are deprived of many successes. A person's success and self-identity also depends on his morals. That is why it is very important for us to reevaluate ourselves and our children so that we and our children adopt good morals and thrive in this world and the hereafter. . Apart from this, we also need to protect children from the negative effects of modern technology such as wasting time on mobile, negative use of internet all the time also has a bad effect on children. In this era, children's education is also getting affected a lot. Parents are also satisfied with their children's education by enrolling them in schools and hostels and are busy in their own lives. If this procedure continues in the present era, we will be responsible for carrying the funeral of the moral values of our society. In this way, we as a nation will be guilty of the society and as Muslims of God. Because of what the Messenger of Allah (PBUH) told us regarding the education of children, which we have mentioned above, we as parents and teachers have abandoned this method.

There are many such examples in the light of the life of the Prophet (S.A.W.W) for the moral reform and education of the society , which have been mentioned in the above story from which it is clear that the development and rise of the society is hidden in the sayings and actions and lifestyle of Seerat Tayyaba (S.A.W.W) . If the Muslim Ummah wants to regain its lost position then it has to strengthen
Its relationship with the Qur'an and the Sunnah. This is the way to our salvation.

Keywords: Moral reformation, training of the society, rights, education, Light of Holy Qur'an

....

**Associate Professor, GC Univeristy Hyderabad*
***Assistant Professor, IBA University Sukkar*
****Lecturer Department of Islamiyat University of Peshawar*

تمام تعریفیں اس ذات کیلئے ہیں جس نے شفیع المذنبین، رحمۃ اللعالمین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور اپنی الہامی کتاب قرآنِ مجید کے ذریعہ انسانوں کو صحیح تربیت کا راستہ بتایا اور تمام مخلوق کو ہدایت خیر و بھلائی اور اصلاح معاشرے کے بنیادی اصولوں سے روشناس کرایا۔ اور درود و سلام ہو سر کارِ دو عالم حضرت محمد ﷺ پر جن کو اللہ تعالیٰ نے انسانیت کیلئے مربی و معلم، مصلح بنا کر مبعوث فرمایا، اور جن پر ایسی عظیم الشان شریعت نازل فرمائی جو بنی نوعِ انسان کے لئے عزّت و کرامت اور بزرگی و شرافت کے دروازے کھولتی ہے، اور اللہ کی رحمت ہو نبی کریم ﷺ کی آل و اولاد اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پر جنہوں نے بعد میں آنے والے امتیوں کیلئے اصلاح و تربیت و تعمیر کے سلسلہ میں ایسے شاندار بے نظیر نمونے چھوڑے جو قوموں کے لئے مشعلِ راہ بنے۔

تمہید

حسن خلق ایک نیکی ہے، ایسی نیکی جس کا دوسرا سرا ایمان کی تکمیل سے جڑا ہوا ہے، رسولِ خدا علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: "نیکی (بھلائی) حسنِ خلق کا نام ہے اور گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹکے اور تمیں یہ بات بری محسوس ہو کہ اس پر مطلع ہو۔ (1) یعنی حسنِ خلق خواہ وہ کسی بھی نوعیت کا ہو، نیکی ہے اور ظاہر ہے کہ بد اخلاقی اس کے مقابلے میں ایک تسلیم شدہ برائی کی حیثیت رکھتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں حسنِ خلق کو بھلائی اور نیکی کے ساتھ بیان کیا ہے، اسی طرح دوسری روایت میں فرمایا **المومن غر کریم والفاجر حب لئیم** (2) مومن سادہ اور سخی جبکہ فاجر فریب دینے والا اور بخیل ہوتا ہے، دونوں مقامات پر درس یہی دیا جارہا ہے کہ ہر طرح کی اخلاقی کمزوری ایمان کے اور اس کے لوازم و مقتضیات کے منافی ہے اور ہر طبعی خوبی و فطری نیکی ایمان کی علامت ہے، اس لئے اخلاقی کمزوریوں کا دور کرنا جس طرح ہمارے لئے معاشرتی تقاضوں کو سنبھالنے کے لئے ضروری ہے، وہیں اپنے ایمان کو بچانے، محفوظ کرنے اور اس کی تکمیل و تزئین کی خاطر بھی ضروری ہے۔

معاشرے کی اخلاقیات اور اصلاح و تربیت کے لئے ہادیِ آخر و اعظم، سیّدِ عرب و عجم ﷺ کی تعلیمات کو دو بنیادی حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے ایک قسم جس میں روحانی اصلاح ہے جس کے اہم خد و خال میں عبادت رب، گناہوں سے توبہ، اخروی زندگی کی فلاح شامل ہے، اور دوسرا حصہ معاشرتی نظام کی اصلاح اور ان کے اخلاق کی درستگی پر مبنی ہے، جس میں سچ بولنے، وعدہ نبھانے، حسن سلوک روا رکھنے کی تلقین فرمائی اور جھوٹ، غیبت، چغلی، قتل و غارت کی ممانعت، ناپ تول میں احتیاط، عدل و انصاف کے تقاضے پورے کرنا اور ، زنا اور ہم جنس پرستی غیر اخلاقی تہذیب کی مذمت کرنا، خوف خدا اس کی مخلوق کے دل میں پیدا کرنا اور اس

طرح کی غیر مہذہب حرکات و سکنات کی روک تھام کے لئے کلیدی کردار ادا کرنا، اور لوگوں کی اصلاح و تربیت کا کام انجام دینا وغیرہ شامل ہیں۔

موضوع کی ضرورت و اہمیت:

اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن کریم میں انسان کا مقام یوں بلند کیا ہے کہ انسان احسن تقویم میں ہے اور روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کا نائب یعنی خلیفہ قرار دیا گیا ہے۔ انسان کی فطرت میں میل جول اور محبت کو شامل کیا ہے تاکہ وہ مخلوق خدا سے محبت سے پیش آئے انسان کی فطرت مدنی الطبع ہے اور مل جل کر رہنے کو پسند کرتا ہے، اور انسان کے مل جل کر رہنے کو ہی معاشرے سے تشبیہ دی گئی ہے، اگر معاشرہ اچھے اور نیک صفت لوگوں پر مشتمل ہو گا تو اس کے معاشرے پر اچھے اثرات مرتب ہونگے اور اگر معاشرہ برے اور بد اخلاق اور بد کردار لوگوں پر مشتمل ہو گا تو اس کے معاشرے پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں اور ان سب کا انحصار معاشرے کی تربیت پر منحصر ہوتا ہے کیوں کہ تربیت کے عمل سے انسانی زندگی کی رفعت اور عظمت وابستہ ہے۔ ایک عمدہ اور اعلیٰ ترین تربیت کے اثرات انسان کی شخصیت میں اس طرح ظاہر ہوتے ہیں جیسے زمین میں کاشت کیے گئے بیج کے اثرات ایک بہترین پودے، درخت اور پھل کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں۔ بیج اور زمین جس قدر اعلیٰ ہو گی، اسی قدر اس کی پیداوار بھی اعلیٰ وارفع ہو گی۔ اسی طرح انسان کی اعلیٰ شخصیت اس کی ارفع تربیت کی آئینہ دار ہوتی ہے۔ اگر انسان کی عمدہ تربیت کر دی جائے تو معاشرے میں اس کی قدر و قیمت اور فضیلت و اہمیت بھی زیادہ ہو جاتی ہے۔ تربیت کا آغاز بہترین پرورش اور عمدہ آدابِ حیات سکھانے سے شروع ہوتا ہے اور رفتہ رفتہ یہ تربیت اپنے ارتقائی مراحل طے کرتی رہتی ہے۔ جوں جوں انسان کی ذات میں تربیت کا غلبہ نمایاں ہوتا چلا جاتا ہے، انسانی شخصیت اسی قدر نکھرتی چلی جاتی ہے۔ اسی لیے امام راغب اصفہانی نے تربیت کا معنی ہی یہ کیا ہے کہ ":تربیت کسی شے کی رفتہ رفتہ اس طرح پرورش کرنا ہے کہ وہ حدِ کمال کو پہنچ جائے۔[3]" لہذا اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی رشد و ہدایت اور معاشرے کی اصلاح و تربیت اور اخلاق کی درستگی کے لیے انبیاء علیہم السلام مبعوث فرمائے جنھوں نے اپنے اپنے دور میں اپنی قوم کو اخلاقی اقدار کی پاسداری کا حکم دیا اور ان کی رہنمائی وحی الٰہی کے ذریعے فرمائی۔

آپ ﷺ معاشرے کے اخلاقیات اور اصلاح و تربیت کے لئے سب سے پہلے معاشرے میں موجود لوگوں کے حقوق روشناس کروائے آپ نے نہ صرف ان حقوق کو ادائیگی کا حکم دیا بلکہ معاشرہ کی اصلاح

کے لئے کل انسانوں کی اخلاقی تربیت بھی فرمائی اسی لیے خود رسول مقبول ﷺ نے فرمایا میں اخلاق کی تکمیل ہے لئے مبعوث کیا گیا ہوں۔

یہ جاننا ضروری ہے کہ کسی بھی قوم کی ترقی کے لیے جسے پہلا زینہ قرار دیا جاتا ہے، وہ اس کی اخلاقی حالت ہے۔ آج معاشرے کو دیکھا جائے تو یہ ایک منتشر معاشرہ کی صورت اختیار کر گیا ہے جو بیک وقت مختلف عناصر مثلاً الگ سیاسی سوچوں، فرقے، رنگ، نسل، زبان، امیر، غریب، مختلف کلچر اور روایات پر مشتمل ہے اور ان مختلف عناصر کی وجہ سے ہی معاشرے میں کافی تناؤ ہے۔ یہ تناؤ صوبائیت، نسل پرستی اور امیر غریب کے فرق کو زیادہ ابھار رہا ہے جس سے معاشرہ میں بے راہ روی اور افراتفری پھیلی ہوئی ہے جس سے نہ صرف ایک انسان بلکہ پورا معاشرہ برائیوں کی لپیٹ میں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس معاشرے کی اخلاقیات اور اصلاح و تربیت کے لئے علمی، عملی اور قلمی جدوجہد کی شدید ضرورت ہے کیوں کہ تربیت ایک عملِ مسلسل ہے اور یہ بار بار توجہ کا متقاضی ہے۔ لہٰذا حکومت پاکستان کو اس کا کریڈٹ جاتا ہے کہ انھوں نے معاشرے کی فلاح و بہبود کے لئے ایسے عنوان کا انتخاب کیا جو معاشرے اخلاقیات اور اصلاح و تربیت کے لئے نہایت ضروری ہے۔

لفظ" اصلاح" کے لغوی معنی و مفہوم: لفظ "اِصلاح" جو "صلاح" سے مشتق ہے، محدود معنی میں "فساد یعنی خرابی اور تباہی" کو ختم کرنے کے معنی میں ہے۔ انگریزی میں اس کے لئے Reformation کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔

قرآن کریم میں کسی مقام پر لفظ "اصلاح"، "عمل صالح کرنے" کے معنی میں ہے، اور دوسرے مقام پر "اِصلاحِ نفس" کے معنی میں ہے، اور تیسرے مقام پر ماضی کی تلافی کرنے کے معنی میں آیا ہے، یعنی جہاں انسان نے خود کوئی خرابی اور تباہی کی ہو اور پھر اس کی تلافی کرے، اور چوتھے مقام پر مسائل کو حل کرنے اور معاشرتی خرابیوں کو ختم کرنے کے معنی میں ہے [4]۔

"لغوی معنی درستی یا ترتیب کے ہیں۔ اصلاح لفظ فساد کی ضد ہے۔ لہٰذا اس کے معنی ایسے معاملے کے ہیں جو ظاہری بگاڑ اور فساد سے مبرا ہو۔[5] قرآن مجید میں فرمایا: وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا[6] :" اور تم زمین میں اس کی دوستی کے بعد خرابی نہ پھیلانا۔" ایک جگہ فرمایا: وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا[7]" اور کچھ لوگ دوسرے لوگ ہیں جنہوں نے اپنی کوتاہیوں کا اقرار کر لیا ہے اور جنہوں نے نیک اعمال او

ربرے اعمال کو ملا دیا ہے۔"

لفظ "اصلاح" کا اصطلاحی مفہوم: اصلاح اور اِفساد کے لفظ کی جڑ صَلاح اور فساد (تباہی) ہے۔ یہ دو الفاظ وہاں پر استعمال ہوتے ہیں جہاں کوئی مخلوق اپنی نوعیت کے مطابق کمال کو اور جو کمال اس سے متوقّع ہے، اسے حاصل کرے یا کھو بیٹھے۔ جو مخلوق بھی اس دنیا میں تبدیلی کے راستے پر گامزن ہو، کچھ خاص حالات میں اپنی نوعیت کے مطابق کمالات کو حاصل کر سکتی ہے، اگر اس کمال کو حاصل کرلے تو اس صورتحال سے "صَلاح" کا مفہوم ماخوذ کیا جاتا ہے اور اگر کچھ رکاوٹوں نے اسے اس کے لائق کمال کے حصول سے روک لیا، یا اس کے حصول کے بعد، اس کمال کے جاری رہنے کو ناممکن بنادیا تو "فساد" کا مفہوم ماخوذ کیا جاتا ہے۔

تفسیر انوار البیان میں علامہ عاشق الٰہی صاحبؒ لفظ" اصلاح"مفہوم آیت ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحھا کے ذیل میں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں "اور زمین کی اصلاح کے بعد زمین میں فساد نہ کرو) اس سے زمین کی ظاہری اصلاح اور باطنی اصلاح دونوں مراد ہو سکتی ہے۔ کھیتی اگا دی اور اس میں طرح طرح کے فوائد رکھ دیئے۔ اس کو خراب نہ کرو۔ اللہ کی پیدا فرمودہ چیزوں کو نہ اجاڑ دو۔ اور ان سے انتفاع کی جو جائز صورتیں ہیں ان میں رخنہ پیدا نہ کرو۔ اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو ان سے منتفع ہونے دو۔ اور باطنی اصلاح اگر مراد لی جائے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو بھیجا کتابیں نازل فرمائیں دلائل سے حق کو واضح فرمایا اعمال صالحہ کا حکم دیا۔ اور برے کاموں سے منع فرمایا کثیر تعداد میں انسانوں نے ایمان قبول کیا اب اس سدھار کو خراب نہ کرو، ہدایت کی راہ اختیار کرو، اسی پر خود رہو اور دوسروں کو اسی پر رہنے دو" [8]۔

اب اصلاح کا لفظ "تجدید دین" کے مفہوم میں بھی استعمال ہونے لگا ہے جس کا مطلب اسلامی معاشرے سے ہر قسم کی بدعات، مشرکانہ افعال اور بے ہودہ رسموں کا قلع قمع کرنا ہے اور اس میں نیکی اور بھلائی کی ترغیب پیدا کرنا ہے۔[9]

ان تعریفات کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے معاشرے کی اخلاقیات میں پہلی ذمہ داری اصلاح ہے کیوں کہ اصلاح دراصل معاشرتی بگاڑ کا تدارک ہے۔ معاشرے میں موجود خرابیوں سے آگاہی فراہم کرنا اور اس کام کو منظم انداز سے ترتیب دینا اصلاح کہلاتا ہے۔ اس لفظ کی ضد قرآن میں فساد کے معنوں میں استعمال ہوئی ہے جو بگاڑ کا باعث بنتا ہے۔ قرآنی تعلیمات میں جگہ جگہ فساد فی الارض کا ذکر کر کے اصلاح کا درس دیا گیا ہے۔

تربیت کا لغوی واصطلاحی معنی ومفہوم:

"تربیت "عربی زبان کا لفظ ہے اور اس کا مادہ "ربّ " ہے اس کا معنی "اصلاح کرنا "اور "پالنا" کے آتے ہیں۔اسی طرح اس میں "کسی کام کو درست کرنے " کا معنی بھی پایا جاتا ہے۔امام راغب اصفہانی لفظ "ربّ " کا معنی لکھتے ہوئے بیان کرتے ہیں: "رب الرب فی الاصل التربیۃ وھو انشاء الشی حالا فحالا الی حد التمام. ""ربّ کا معنی ہے پالنے والا اور پروردگار جو کسی چیز کی اس طرح تربیت کرے کہ وہ حدِ کمال کو پہنچ جائے[10]۔"

تفسیر ابن مسعود میں لکھتے ہیں: التربیة ھی تبلیغ الشی ء الی کماله شیئا فشیئا[11]: "تربیت سے مراد کسی چیز کو بتدریج اس کے کمال تک پہنچانا ہے۔" تربیت باب نصر ینصر سے مصدر ہے یعنی رب یرب ربا ہے جس کے معنی "انتظام کرنا اور بالا دست ہونا" ہے۔یہ باب تفعیل سے ربا یربی تربیۃ اسی سے کہا جاتا ہے۔

"تاج العروس "رقمطراز ہیں: ورب ولده والصبی یربه ربا رباء ای احسن القیام علیه وولیه حتی، ادرك ای فارق الطفولیة کان ابنه او لم یکن [12]ترجمہ:" اس نے اپنے بچے کی نگرانی دیکھ بھال اور اس وقت تک پرورش کی کہ وہ جوان ہو گیا"

4۔رب الولد سے مراد لڑکے کے سن بلوغت پہنچنے تک پرورش کرنا۔

5۔" مفردات القرآن "میں تربیت پر چند اقوال کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

(الف)"ربانی" "ربان" کی طرف منسوب ہے لیکن عام طور پر فعلان فعل سے آتا ہے جیسا کہ عطشان اور سکران وغیرہ

(ب)یہ "رب" کی طرف نسبت ہے۔"ربانی" جو علم کو پروان چڑھائے یعنی (حکمت کو فروغ دے)

(ج)"رب" کی اور "ربانی" جو شخص علم سے اپنی پرورش کرتا ہے،لہذا یہ دونوں معنی باہم متلازم ہیں کیونکہ جس نے علم کو پروان چڑھایا اس نے اپنی ذات کی بھی تربیت کی اور جو انسان اس کے ذریعے اپنی تربیت کرے گا وہ علم کو بھی فروغ بخشے گا۔"[13]

تربیت سے متعلق مختلف فلاسفہ اور ماہرین نے اپنے اپنے انداز میں بیان کیا ہے۔چند ماہرین کی آراء ملاحظہ ہوں:

- افلاطون تربیت کا معنی یوں واضح کرتا ہے: "تربیت جسم وروح کو سراپا جمال بناتی ہے اور ان دونوں کو درجہ کمال تک پہنچاتی ہے۔"

- ارسطو کے الفاظ میں: "تربیت عقل کو حصولِ علم کے لیے تیار کرتی ہے جس طرح زمین کھیتی باڑی کے لیے تیار کی جاتی ہے۔"
- ملٹن کے نزدیک تربیت کا مفہوم کچھ یوں ہے: "تربیت وہ جوہر ہے جو انسانوں کو ہر کام کا اہل بنادیتا ہے خواہ وہ کام کسی نوعیت کا کیوں نہ ہو، یہ طبیعت میں گہرائی، سوجھ بوجھ اور مہارت پیدا کرتی ہے خواہ امن کا زمانہ ہو یا جنگ کا[14]۔"

ان تعریفات کی روشنی میں تربیت دراصل "سرپرستی اور نگرانی" کرنے کا نام ہے۔ یہ عمل انسانی زندگی میں بچپن سے شروع ہو کر بلوغت تک جاری رہتا ہے۔ دوسرے معنوں میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ انسان کو اس کے مقصد میں پایہ تکمیل تک پہنچانا تربیت کا خاصہ ہے۔ ان تینوں الفاظ میں فرق صرف اتنا ہے کہ اخلاق کا تعلق خصلت و عادت سے ہے جبکہ اصلاح خامیوں کے دور کرنے کے معنوں میں مستعمل ہے اور تربیت سرپرستی اور توجہ دلانے کا نام ہے۔

معاشرے کی اصلاح وتربیت کے توجہ طلب پہلو سیرت نبوی ﷺ کی روشنی میں

(1) آغاز بالذات: معاشرے کی اصلاح وتربیت میں انفرادی ذمہ داری کا احساس

معاشرے کی اخلاقیات اور اصلاح تربیت کے پہلوؤں کو اجاگر کرتے ہوئے مولانا شمشاد ندوی فرماتے ہیں: "معاشرے میں جب ہر فرد، خاندان اپنی ذمہ داری احسن طریقہ سے پوری کریگا تو اس عمل سے پاکیزہ معاشرہ وجود میں آئیگا، اس پاکیزہ معاشرہ میں نیکیوں کی رغبت، حوصلہ افزائی اور برائیوں، گناہوں سے نفرت و حوصلہ شکنی کا ماحول پایا جائے گا، پھر اچھی باتوں کی تلقین وترغیب اور بری باتوں سے نفرت اور دوری اس مثالی معاشرے کی پہچان بن جاتی ہے۔[15]

آپ ﷺ جس معاشرے میں موجود تھے وہ معاشرہ تمام برائیوں کی جڑ تھا ایسا کونسا گناہ تھا جو بظاہر موجود نہ تھا، لیکن اس کے باوجود اہل مکہ آپ ﷺ کے کردار کو آپ کی بعثت سے قبل بھی جانتے تھے کہ آپ صادق و امین ہیں، آپ بیواؤں کی خبر گیری کرنے والے، لوگوں کے ہمدرد، مشکل اوقات میں لوگوں کے کام آنے والے، یتیموں اور مساکین کے غمگسار، اچھے اخلاق اور پاکیزہ سیرت والے، لوگوں کو اپنی فراست سے قتل وخون ریزی سے بچانے والے، سود سے گریزاں، شراب نوشی سے دور، تجارتی عیوب سے مجتنب، فحش بینی اور فحش گوئی سے بالکل لاتعلق اور بے شمار اعلیٰ انسانی اوصاف سے مزین تھے۔ لہذا معاشرے کی اصلاح کے

لئے ضروری ہے ہر فرد انفرادی ذمہ داری کا احساس کرے اور اس کا آغاز اپنی ذات سے شروع کرے کیوں کہ اس کا عملی نمونہ بھی لوگوں کے لیے مثال بنتا ہے۔ نیز اُخروی کامیابی کے لیے بھی یہ بات از حد لازم ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا" روزِ قیامت ایک آدمی کو لا کر جہنم میں ڈالا جائیگا، اس کے پیٹ سے آنتیں نکل کر گر پڑیں گی۔ اور وہ ان کے گرد گدھے کی طرح چکر کاٹ رہا ہوگا۔ اس کی یہ قبیح حالت دیکھ کر جہنمی اس کے گرد جمع ہو جائیں گے اور کہیں گے کہ تجھے کیا ہوا حالانکہ تُو ہمیں بھلی باتیں بتلایا کرتا تھا، اور منکرات سے روکتا تھا وہ تڑپ کر کہے گا؛ بس یہی بات تھی کہ میں تمہیں تو اچھائی کی باتیں بتاتا تھا لیکن خود ان پر عمل نہیں کرتا تھا، اور تمہیں برائی سے روکتا تھا مگر خود اس کا ارتکاب کرتا تھا۔[16] "

لہذا آپ ﷺ کی سیرت سے بات واضح ہوتی ہے کہ آپ نے معاشرے میں اخلاق حسنہ کے ذریعے لوگوں کے نزدیک عزت کا مقام بنایا جس سے معاشرے کی اصلاح و تربیت کرنے کا ایک نمایاں پہلو واضح ہوتا ہے کہ آپ کے ہاں قول و فعل میں مکمل مطابقت اور ہم آہنگی دکھائی دیتی ہے۔ آپ نے پہلے ہی خطاب میں اپنی زندگی ان کے سامنے رکھی تھی۔ هَلْ وَجَدْتُمُونِي صَادِقًا أَمْ كَاذِبًا "[17]۔ (کیا تم نے مجھے سچا پایا یا جھوٹا)؟ سب کا ایک ہی جواب تھا کہ آپ ہم سب سے زیادہ صادق اور امین ہیں۔

معاشرے کی اصلاح و تربیت کے لئے جب آپ نے بیڑہ اٹھایا اور انفرادی جدوجہد کے جو اثرات نظر آئے اس کی جھلک حضرت جعفر بن ابی طالبؓ کی اُس تقریر میں بھی نظر آتی ہے جو آپؓ نے نجاشی کے دربار میں کی تھی۔ نجاشی نے حضرت جعفرؓ سے پوچھا: تم لوگوں نے اپنا دین آخر کیوں تبدیل کیا؟ اِس سوال کے جواب میں حضرت جعفرؓ نے نہایت موثر گفت گو کرتے ہوئے فرمایا" : ہم لوگ شرک پر قائم تھے۔ ہم بتوں کی پوجا کرتے تھے اور حرام و مردار کھایا کرتے تھے، پڑوسیوں کے ساتھ بُرا سلوک کرتے تھے۔ قتل و غارت کو حلال سمجھتے تھے، ہمارے اندر حلال و حرام کا تصور مٹ چکا تھا۔ اِن حالات میں اللہ تعالیٰ نے ہم میں سے ایک نبی مبعوث فرمایا، جس کی وفاداری، سچائی اور امانت و دیانت سے ہم بہ خوبی واقف تھے۔ چناں چہ انہوں نے ہمیں اللہ ربّ العالمین کی جانب رجوع کی دعوت دی تاکہ ہم اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لائیں اور اسی کی عبادت کیا کریں اور اس نبیؐ نے ہمیں سچ بولنے، امانت ادا کرنے، رشتے داروں سے حسن سلوک، پڑوسیوں پر احسان

کرنے، حرام کاموں اور قتل و قتال سے بچنے کا حکم دیا۔ اور ہمیں بے حیائی کے کام کرنے، جھوٹ بولنے، یتیم کا مال کھانے اور پاک باز عورتوں پر تہمت لگانے سے منع فرمایا۔

معاشرے کی اصلاح و تربیت کی یہی وہ انفرادی کوشش تھی جس کی بدولت مکہ کے لوگوں نے برائیوں کو چھوڑ کر اچھائیوں کو اپنانا شروع کیا۔ ہمارے معاشرے کی اصل خرابی یہ ہے کہ ہم اپنی ذمہ داری کے احساس سے یک سر عاری ہو چکے ہیں اور دوسروں کی اصلاح کی فکر میں گھلے جا رہے ہیں، قیامت کے روز سب سے پہلے انسان سے خود اسکی ذات کے متعلق سوال ہو گا، کسی دوسرے سے متعلق سوال کا مرحلہ بعد میں آئے گا، آج بھی اگر صحتمند معاشرے کی تشکیل چاہتے ہیں تو ضروری ہے کہ معاشرے میں بسنے والا ہر انسان ہر طبقہ انفرادی طور پر اپنی ذمہ داری کا احساس کرے اور معاشرے کی فلاح و بہود اور معاشرے میں موجود لوگوں کی اصلاح و تربیت کے لئے اپنی ذات سے آغاز کرے۔

سید سلیمان ندوی ؒ ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں: ”مصلحین کو چاہیئے جس تعلیم کو پیش کر رہا ہو خود اس کا ذاتی عمل اس کی مثال اور نمونہ ہو اور خود اس کے عمل نے اس کی تعلیم کو عملی یعنی قابل عمل ثابت کیا ہو۔ انسانی سیرت کے بہتر اور کامل ہونے کی دلیل' اس کے نیک اور معصوم اقوال' خیالات اور اخلاقی و فلسفیانہ نظریئے نہیں بلکہ اس کے اعمال اور کارنامے ہیں۔ اگر یہ معیار قائم نہ کیا جائے تو اچھے اور برے کی تمیز اٹھ جائے اور دنیا صرف بات بنانے والوں کا مسکن رہ جائے “[18]۔

(2) ”تعلیم“ :معاشرے کی اصلاح و تربیت میں تعلیم کا کردار سیرت نبوی ﷺ کی روشنی میں

بلا شبہ معاشرے کی ترقی اور تمدنی ارتقاء، اصلاح و تربیت کا موثر ترین ذریعہ تعلیم ہی ہے۔ اسی لئے انبیاء کو معلم بنا کر بھیجا گیا۔ قوم جو بھی سوچ، فکر، عقیدہ اپنائے اس کا تمدنی نقشہ اور خارجی نظام انہی نظریات کے ہم آھنگ ہوتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو افراد اپنے خارجی نظام (سیاسی، معاشی، سماجی) کے خلاف بغاوت کر دیتے ہیں یا پھر شدید اضطراب کی کیفیت باقی رہتی ہے لہذا معاشرے کی اصلاح و تربیت کا لازمی تقاضا تعلیم ہے۔ تعلیم ہی تربیت کے نقوش متعین کرتی اور اس کی جہات مختص کرتی ہے۔ عمدہ تعلیم اچھی تربیت کا ایک لازمی وظیفہ ہے۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے امت کو کتاب کی تعلیم بھی دی اور تعلیمِ حکمت سے بھی سرفراز کیا۔ تربیتِ افراد

کے ضمن میں قرآن مجید نے رسول اللہ ﷺ کے اس عملِ تعلیم کا ذکر یوں کیا ہے۔ ارشاد فرمایا: **وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ**[19]۔ آپ ﷺ انہیں کتاب وحکمت کی باتیں سکھاتے ہیں۔"

مذکورہ بالآیت حضرت ابراہیم و اسماعیل (علیہما السلام) کی ذریت میں یہ دعا حضور سید الانبیاء (ﷺ) کے لئے تھی۔ آپ نے یہ دعا کی اے ہمارے پروردگار! اس امت مسلمہ میں ایک ایسا رسول مبعوث کردیں جو انہی میں سے ہو اور اس کی شان یہ ہو کہ وہ تیری آیتیں ان کو پڑھ پڑھ کر سنایا کرے اور ان کو کتاب آسمانی اور اس کے احکام کے رموز اور حکمتیں سکھائے اور احکام قرانی کے حکم و علل کی ان کو تعلیم دیا کرے اور اس تلاوت و تعلیم کے ذریعہ ان کو معاصی اور اخلاق رذیلہ سے پاک کردے اور ان کی اصلاح کرکے ان کو سنوار دے۔

آپ ﷺ نے معاشرے کے مرد وعورت دونوں کے لئے علم کے حصول کو لازمی قرار دیا، ارشاد فرمایا"

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ[20]

علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد (وعورت) پر فرض ہے۔

عہد نبوی کے نصاب تعلیم کے متعلق سید سلیمان ندویؒ لکھتے ہیں

"، اس میں ایمان وعقائد کی بحثوں سے عبادات اور معاشرتی مسائل اور حسن اخلاق و بہتر آپسی تعلقات کے موضوعات بھی ہیں، اور انفرادی 'خاندانی' اجتماعی اور ملی مسائل کی بحثیں بھی ہیں، مالیاتی معاملات کا بڑا متنوع اور تفصیلی موضوع بھی ہے۔ یعنی personal Affairs ، Familylife، Social، Behaviar، Administeration، Commerce، Business، Islamic ecnomic وغیرہ کی فیکلٹیاں (Faculties) بھی موجود ہیں، اسی طرح Security Arrangement، Medical، Science، Law Collage، Advocacy، Judges Training، Islamic Politics, Armay، Secretariat، way of Governance، Training and Education-

یہ اور اس طرح کے بہت سے موضوعات زیر نصاب رہے ہیں، کتب حدیث اور کتب فقہ کے صرف موضوعات اور عنوانات پر غور کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ایک انٹر نیشنل یونیورسٹی کے تمام اہم اور بنیادی موضوعات، مدرسہ نبوی کے نصاب میں داخل تھے "[21]۔

علامہ کتانیؒ نے " التراتیب الاداریۃ" میں لکھاہے: "حکی الامام الشافعی فی الرسالۃ والغزالی فی الاحیاء الاجماع علی أن المکلف لا یجوز لہ أن یقدم علی أمر حتی یعلم حکم اللہ فیہ.قال القرافی فی الفروق: فمن باع یجب علیہ أن یتعلم ماعینہ اللہ وشرعہ فی البیع، ومن آجر وجب علیہ أن یتعلم ما شرعہ اللہ فی الاجارۃ، ومن قارض وجب علیہ أن یتعلم حکم اللہ فی القراض،ومن صلی وجب علیہ أن یتعلم حکم اللہ فی الصلاۃ"[22] امام شافعی نے الرسالہ میں اور غزالیؒ نے احیاء العلوم میں علماء کا اجماع نقل کیاہے کہ مکلف شخص کے لئے کوئی کام اس وقت تک جائز نہیں ہے جب تک خدا کا حکم اس کے متعلق نہ جان لے، علامہ قرافیؒ نے کتاب الفروق میں لکھاہے، جو خرید وفروخت کرتا ہے،اس کے لئے خرید وفروخت کے شرعی احکام جاننا ضروری ہیں، جو اجارہ کے معاملات کرتا ہے، اس کے لئے اجارہ کے احکام جاننا ضروری ہے، جو قرض کا معاملہ کرتا ہے،اس کو قرض کے احکام کی واقفیت ضروری ہے، جو نماز پڑھتا ہے، اس کو نماز کے مسائل واحکام جاننا لازم ہے، انسان جس چیز کا مکلف ہے، زندگی کے مختلف شعبوں میں کوئی کام کرنا چاہتا ہے،اس کا شرعی علم، اسلامی احکام جاننا اس کے لئے ضروری ہے، علماء نے اس کو فرض عین قرار دیا ہے، علامہ کتانی نے امام شافعیؒ کے واسطہ سے لکھاہے: "طلب العلم قسمان: فرض عین وفرض کفایۃ، ففرض العین علمك بحالتك التی أنت فیھا، فرض الکفایۃ ما عدا ذلك" طلب علم کی دو قسمیں ہیں، ایک فرض عین، دوسری فرض کفایہ، جس حالت میں ایک مکلف شخص ہے اس کے بارے میں شرعی حکم جاننا فرض عین ہے، اس کے علاوہ زائد علم فرض کفایہ ہے" علامہ کتانیؒ نے آگے آنحضرت ﷺ کا اہتمام ذکر کرتے ہوئے لکھاہے:" کان یعلم کل من یتعاطی عملا أحکامہ وتکالیفہ" آپ ﷺ ہر اس شخص کو جو کوئی کام کرنا چاہتا تھا، اس کے بارے میں شرعی حکم اور شرعی ذمہ داری کی تعلیم دیتے تھے" اسی وجہ سے حضرت عمرؓ کے بارے میں منقول کہ وہ بازار میں دیکھتے اور نگرانی فرماتے تھے، جو شخص بیع وشراء کے احکام، اور حلال وحرام کی بنیادی معلومات کے بغیر تجارت کرتا تھا اس کو کوڑے لگاتے تھے، اس لئے کہ جو شخص احکام شرعیہ کی واقفیت کے بغیر تجارت کرے گا، وہ حرام میں ملوث ہو سکتا ہے، سود کی باریکیوں کو نہیں جان سکتا، کتانیؒ نے ابو طالب مکی کے حوالے سے نقل کیاہے: "کان عمر رضی اللہ عنہ یطوف بالاسواق، ویضرب بعض التجار بالدرۃ، ویقول: لا یبع فی سوقنا من لم یتفقہ والا أکل الربا، شاء أو أبی" حضرت عمر بن خطابؓ بازار میں

گشت کرتے تھے، اور بعض تاجروں کو سزا دیتے تھے، اور فرماتے تھے بازار میں ایسا شخص دوکان نہ کھولے جو خرید وفروخت کے شرعی احکام نہ جانتا ہو، ورنہ وہ دانستہ یانادانستہ سود کھائے گا" [23]

مولانا محمد صدیق میمنی لکھتے ہیں: "عالم کہتے ہی پڑھے لکھے لوگوں کو ہیں، چاہے اس نے قرآن کی تعلیم حاصل کی ہو یا حدیث کی، فقہ کی ہو یا کلام ومنطق کی، سائنس کی ڈگری لی ہو یا میڈیکل سائنس کی، نیچرل سائنس پڑھا ہو یا آرٹس کے مضامین، سارے کے سارے پڑھے لکھے لوگوں میں شمار کیے جائیں گے۔ یہ ایسی چیز ہے جو انسان کو ہمیشہ کام آئے گی، مقصد نیک ہو اور اس کا صحیح استعمال کیا جائے تو اس کی یہ دولت وہ دین و دنیا کی ساری نعمت اور دولت حاصل کر سکتا ہے" [24]۔

"معلم انسانیت کا طریقہ تعلیم صرف دارِ ارقم کے مدرسہ میں بیٹھ کر ہی پڑھانا اور وعظ و تذکیر نہ تھا بلکہ داعی حق کے قلب مبارک میں ایک تڑپ اور خلش تھی، اور پہلو دل میں جہالت کو دیکھ کر ایک کانٹا سا چبھتا تھا، معلم انسانیت حضور ﷺ بازاروں میں، گلیوں میں، میلوں میں، تنہائیوں میں، غرض ہر جگہ تعلیم و وعظ و تذکیر کا فریضہ انجام دیتے تھے، تاکہ لوگوں میں علم کا شوق اور ہدایتِ ربانی کا ذوق پیدا ہو" [25]۔

خلاصہ: ان تمام سطور سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ تعلیم معاشرے کی اصلاح اور تربیت کا پہلا زینہ ہے، اور معاشرے کے ہر فرد کے لئے ضروری ہے کہ وہ اتنا علم ضرور حاصل کرے جس سے وہ اپنے روزمرہ زندگی کے معمولات کو بہتر انداز سے انجام دے سکے۔ یعنی مسلمان صرف معلومات ہی اکٹھی نہیں کرتا بلکہ معلومات کو اس تناظر میں جمع کرتا ہے کہ یہ معلومات معرفتِ الٰہی کا باعث بنی چاہیے تب علم کا مقصد پورا ہوتا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ جب الذی خلق کے تناظر میں کوئی بھی علم حاصل کیا جائے۔ وہ دینی معلومات ہوں یا کہ سماجی، معاشی، معاشرتی یا پھر سائنسی ادراکات ہوں ہر ایک معرفتِ خداوند کریم پیدا کرتی ہیں۔ تعلیم پر جس قسم کے اثرات ہوں گے، معاشرے کے رجحانات پر اس کا اثر مرتب ہوتا ہے۔ مسلم معاشرے میں چلنے والے نظامِ تعلیم کو اسلامی فکر کے علاوہ کسی بھی دوسری فکر سے پاک رکھنا اس وقت کے صاحب علم افراد کی ذمہ داری ہوتی ہے تاکہ معاشرے کے رجحانات اور ترجیحات اسلامی مزاج کے مطابق ہوں۔ اگر علم کے میدان میں ایک قوم اپنے اہداف و مقاصد سے جاہل ہو جائے اور دیگر اقوام کے زیر اثر علمی کاوشیں اور تحقیقات جاری ہوں تو نتیجتاً فکری غلامی اور اپنے اقدار سے بغاوت بڑھتی چلی جاتی ہے۔

(3) "ایمان اور اعمال" میں اصلاحی وتربیتی پہلو سیرت نبوی ﷺ کی روشنی میں

رحمۃ اللعالمین سرکار دو جہاں ﷺ جس تعلیم کو لے کر آئے، اس کا بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ انسان کی نجات و فلاح دو چیزوں پر موقوف ہے، ایک ایمان اور دوسری عملِ صالح۔ اسلام نے انسان کی نجات اور فلاح کو انہی دو چیزوں یعنی ایمان و عمل صالح پر مبنی قرار دیا ہے ایمان اور اعمالِ صالحہ لازم وملزوم ہیں۔ اسی طرح جس طرح پھول اور خوشبو، آفتاب اور روشنی، ایمان بنیاد ہے اور اعمالِ صالحہ اس بنیاد پر کھڑی ہونے والی عمارت، صرف بنیاد رکھ دینا عمارت کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتا ہے۔ اسی طرح مضبوط و مستحکم بنیاد کے بغیر عمارت کی پائیداری اور استحکام بھی تصور میں نہیں آسکتا ہے۔ قرآن کریم میں جہاں بھی اہل ایمان کا تعارف کروایا گیا ہے۔ وہ عمل صالح کا ذکر بھی ضرور نظر آتا ہے۔ آپ ﷺ کی تعلیمات کا منشاء ہے کہ مسلمان صرف اعتقاد کا نام نہ ہو بلکہ مومن اور مسلم کو ایک روشن کردار کا مالک اور پختہ سیرت و کردار کا حامل بھی ہونا چاہئے۔ اس لئے کہ انسان کے ظاہر و باطن اور اس کے ماحول اور معاشرے میں انقلاب کردار عمل ہی سے پیدا ہوتا ہے۔ لہذا یہ سمجھنا ضروری ہے کہ ہم کس بات پر ایمان لائے اور اس کے کیا تقاضے ہیں: ارشاد باری تعالیٰ ہے " اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ [26] ترجمہ: بے شک جنہوں نے کہا: ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر ثابت قدم رہے، ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ تم نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور اس جنّت پر خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔

ڈاکٹر اسرار احمدؒ آیت مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں " اللہ پر ایمان لانا آسان ہے مگر اس پر جمے رہنا آسان نہیں ہے۔ یہ تبھی ممکن ہے جب انسان کو اللہ پر پوری طرح توکل ہو ' وہ ہر حالت میں اس کی رضا پر راضی رہے۔ نہ اپنی کسی حالت کے بارے میں اس کی زبان پر حرف شکایت آئے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے کسی فیصلے پر اس کے دل میں ملال پیدا ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کے آگے اس کا سر تسلیم بلا حیل وحجت جھکتا چلا جائے اور وہ اپنے تن من دھن کو ہتھیلی پر رکھے ' اس کے درِ اطاعت پر ہمہ وقت کمربستہ کھڑے رہ کر عملی طور پر ثابت کر دے " [27]۔

سیرت طیبہ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ صحابہ کرام کو ہمیشہ ہر طرح کے حالات میں استقامت علی الدین کی تلقین فرماتے اور پریشان کن حالات میں بھی اللہ تعالیٰ کی ذات پر یقین رکھنے کا حکم فرماتے ہیں:

حضرت انس بن مالک (رض) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی: "ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا

"(فصلت:30) پھر آپ نے فرمایا: لوگوں نے یہ کہا: یعنی ہمارا رب اللہ ہے، پھر ان میں سے اکثر کافر ہو گئے، پس جو شخص اسی قول پر ڈٹا رہا حتی کہ مر گیا، وہ ان لوگوں میں سے ہے جو اس قول پر مستقیم رہے"[28]۔

حضرت سفیان بن عبد اللہ الثقفی (رض) بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے اسلام کے متعلق کوئی ایسی بات بتایئے کہ آپ کے بعد کسی اور سے سوال نہ کروں، آپ نے فرمایا: تم کہو: میں اللہ پر ایمان لایا، پھر اس پر مستقیم رہو"۔

نبی ﷺ نے فرمایا: تم کہو: میں اللہ پر ایمان لایا، اس کا معنی ہے کہ تم زبان سے اللہ کی توحید کا اقرار کرو اور اپنے باقی اعضاء سے اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرو اور فرمایا: پھر اس پر مستقیم رہو یعنی تادم مرگ توحید پر قائم رہو اور اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرتے رہو

علامہ غلام رسول سعیدیؒ آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں "نیز آپ کا یہ ارشاد تمام احکام شرعیہ کا جامع ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کے ہر حکم پر عمل کرتے رہو اور ہر اس کام سے اجتناب کرتے رہو جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے کسی ایک حکم پر بھی عمل نہیں کیا یا کسی ایک بھی ممنوعہ کام سے باز نہیں رہا تو وہ صراط مستقیم سے منحرف ہو گیا،"[29]۔

مذکورہ بالا احادیث میں نبی ﷺ نے سائل کے لیے اسلام اور ایمان کے تمام معانی جمع کر دیئے ہیں، آپ نے سائل کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنے ایمان کی تجدید کرے، اپنے دل سے اللہ کی توحید کی تصدیق کرے اور زبان سے اس کا ذکر کرے اور اس کو یہ حکم دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے تمام احکام کی اطاعت پر مستقیم رہے اور ہر قسم کی نافرمانی اور حکم عدولی سے باز رہے کیونکہ اس وقت تک کسی چیز پر استقامت حاصل نہیں ہو سکتی جب تک کہ اس کی مخالف چیزوں سے رکا نہ جائے۔ اور صرف چند مذہبی عبادات کو ادا کرنے کو ہی ایمان اور عمل صالح نہ سمجھے بلکہ انسانی خدمت کے جذبہ سے سرشار ہونا نیکی ہے۔

"معاشرے میں نیکی (اعمال صالحہ) کا تصور" کے اصلاحی وتربیتی پہلو سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں:

پیر کرم شاہ الازہریؒ نیکی کے تصور کو واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں

"قوم صرف ظاہری اعمال کی ادائیگی کو کافی سمجھنے لگتی ہے اور ان ظاہری اعمال میں حقیقی مقاصد تک پہنچنے کا جذبہ دم توڑ چکا ہوتا ہے۔ اس لئے وہ اعمال بے جان رسوم ہو کر رہ جاتے ہیں اور غلط اندیش قوم انہیں

رسوم کی بجا آوری کو ہی سب سے بڑی نیکی شمار کرنے لگتی ہے اور حقیقی مقاصد سے یکسر غافل ہو جاتی ہے۔ مثلاً نماز اور روزہ اسلام کی بنیادی عبادات میں سے ہیں لیکن حضور رحمت للعلمین (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے نماز متعلق ارشاد فرمایا کہ جو نماز نمازی کو بدکاری سے باز نہ رکھ سکے فلم تزدہ من اللہ الا بعدا (او کما قال علیہ الصلوۃ والسلام) وہ نماز اسے خدا سے اور زیادہ دور کر دے گی۔ روزہ سے متعلق ارشاد ہے من لم یدع قول الزور عالعمل بہ فلیس للہ حاجۃ فی ان یدع طعامہ وشرابہ۔ روزے دار اگر جھوٹ بولنے اور اس پر عمل کرنے سے باز نہ آئے تو اللہ کو اس کے بھوکا پیاسا رہنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس آیت کریمہ میں اسی حقیقت کو کھول کر بیان فرمایا گیا ہے تاکہ امت مسلمہ پہلی امتوں کی طرح چند ظاہری اعمال پر ہی قانع نہ ہو جائے اور نیکی اور طاعت کو انہی میں منحصر نہ سمجھ بیٹھے۔ صاحب تفسیر مظہری لکھتے ہیں کہ لیس البر کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ مقررہ سمت کی طرف منہ کرنا نیکی اور طاعت ہے ہی نہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ نیکی صرف اسی میں منحصر نہیں یہ بھی نیکی ہے اور اس کے علاوہ اور بھی نیکی اور اطاعت کے کام ہیں جو حقیقی مقاصد ہیں اور تمہاری توجہ کے زیادہ مستحق ہیں۔

آپ ﷺ نے معاشرے کی اصلاح وتربیت کے لئے جہاں لوگوں کو فرائض کی تلقین فرمائی وہاں لوگوں کو ایک دوسرے کے ساتھ اچھے معاملات روا رکھنے کی بھی تلقین فرماتے ہیں عہد نبوی ﷺ میں آپ ﷺ نے جب حضرت معاذؓ کو یمن کا گورنر مقرر فرمایا تو انہیں نصیحت کرتے ہوئے تلقین کی:

"تم یہودیوں اور عیسائیوں کی ایک قوم کے پاس جاؤ گے تو ان کو پہلے اس کی دعوت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی اللہ نہیں، اور محمد (ﷺ) اس کے رسول ہیں، جب وہ یہ مان لیں تو ان کو بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر دن رات میں پانچ وقت کی نمازیں فرض کی ہیں اور جب وہ یہ بھی مان لیں تو ان کو بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر صدقہ فرض کیا ہے۔ یہ صدقہ ان کے دولت مندوں سے لے کر ان کے غریبوں کو دلایا جائے اور جب وہ اس کو تسلیم کر لیں تو دیکھو صدقہ میں چن چن کر ان کے بڑھیا مال کو نہ لینا اور ہاں مظلوم کی بددعا سے ڈرتے رہنا کہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی پردہ نہیں"[30]۔

حضرت خدیجہؓ نے پہلی وحی کے نزول کے وقت آپ ﷺ سے فرمایا تھا:

"اللہ کی قسم، اللہ تعالیٰ آپ کو ہرگز بے سہارا نہیں چھوڑے گا، کیونکہ آپ ﷺ صلح رحمی کرتے ہیں، سچ بولتے ہیں، بے سہارا لوگوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، ناداروں کو کما کر کھلاتے ہیں، مہمانوں کی مہمان نوازی کرتے ہیں اور حق کی راہ میں پیش آنے والے مصائب میں مدد کرتے ہیں"[31]۔

آج ہمارے معاشرے میں ایمان اور نیکی کا تصور صرف چند مذہبی عبادات کو ادا کرنے کی حد تک رہ گیا ہے، جبکہ قرآن مجید ہمیں بے شمار مقامات پر انسانیت کی خدمت کا بھی حکم دیتا ہے اور اسے نیکی کا درجہ دیا گیا ہے ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے عمل سے کسی کو تکلیف نہ پہنچائیں اسے بھی نیکی سمجھا جائے۔

(4) "اخلاق" اور "حسن سلوک" کا معاملہ: اصلاح وتربیت کا نبوی نسخہ

اخلاق خلق کی جمع ہے اور خلق کا لفظ خلقت سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں جو چیز کسی انسان میں پیدائشی اور قدرتی ہو۔ اخلاق حسنہ سے مراد وہ غیر معمولی فطری افعال ہیں جنہیں حق تعالیٰ نے امتیازی شان اور عظمت کے ساتھ مکمل اور جامع طور پر کسی خاص شخصیت میں پیدا فرمایا ہو تاکہ دوسروں کیلئے نمونہ بنیں۔ اخلاق کسی بھی قوم کی زندگی کیلئے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے، خواہ وہ کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتی ہو۔ اخلاق دنیا کے تمام مذاہب کا مشترکہ باب ہے جس پر کسی کا اختلاف نہیں۔ انسان کو جانوروں سے ممتاز کرنے والی اصل شئے اخلاق ہے۔ اچھے اور عمدہ اوصاف وہ کردار ہیں جس کی قوت اور درستی پر قوموں کے وجود، استحکام اور بقا کا انحصار ہوتا ہے۔ معاشرہ کے بناؤ اور بگاڑ سے قوم براہ راست متاثر ہوتی ہے۔ معاشرہ اصلاح پذیر ہو تو اس سے ایک قوی، صحت مند اور باصلاحیت قوم وجود میں آتی ہے

علامہ ابن خلدون نے مقدمہ میں لکھا ہے" دنیا میں عروج وترقی حاصل کرنے والی قوم ہمیشہ اچھے اخلاق کی مالک ہوتی ہے جبکہ برے اخلاق کی حامل قوم زوال پذیر ہو جاتی ہے"[32]۔

آپ ﷺ نے معاشرے کی اصلاح تربیت کے لئے عمدہ اخلاق کی بہترین مثالیں پیش کیں اس بات کا شاہد قرآن کریم بھی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے" وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ [33] اے محبوب ہم نے آپ کے اخلاق کو بلند کیا، حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ آپ کا خلق خود قرآن ہے یعنی قرآن کریم جن اعلیٰ اعمال واخلاق کی تعلیم دیتا ہے آپ ان سب کا عملی نمونہ ہیں۔

آنحضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جن اخلاق اور ملکات پر پیدا فرمایا' وہ مثال ہیں اور آپ کے اعمال و اخلاق قرآن کی عملی تفسیر بھی ہیں آپ نے اپنے اخلاق کریمانہ سے مکمل یقین وایمان اور نہایت ذوق وشوق کے ساتھ محبت والفت کے چشمے جاری فرما دیئے کہ جن سے حسن سلوک' ہمدردی، مواسات اور بر وصلہ کے حقیقی مناظر قائم ہوئے۔

"صاحبِ خلقِ عظیم کی مساعی جمیلہ سے ایسا مثالی معاشرہ قائم ہوا جس میں نیکیوں کے موسم بہار پر کبھی خزاں نہ آئی، جس میں اخلاق حمیدہ کے سرسبز و شاداب پھول کھلے' جن کی خوشبو آج بھی دلوں میں تازگی اور فرحت کا احساس پیدا کر دیتی ہے۔ آپ کے اصحاب کی زندگی ہر قسم کی اندرونی آلائشوں اور شرک و معصومیت سے اس طرح پاک وصاف تھی کہ جیسے ان کے نامہ اعمال کی تختیوں کو مانجھ کر صیقل کر دیا گیا ہو اور یہ سب آپ کے اخلاقِ حسنہ کے ثمرات تھے "[34]۔

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ اخلاقی بگاڑ آج ہماری زندگی کے ہر شعبے میں داخل ہو چکا ہے۔ معاملہ عبادات کا ہو یا معاملات کا، حقوق و فرائض ہوں یا تعلیم و تربیت، امانت، دیانت، صدق، عدل، ایفاے عہد، فرض شناسی اور ان جیسی دیگر اعلیٰ اقدار کمزور پڑھ چکی ہیں۔ کرپشن اور بدعنوانی ناسور کی طرح معاشرے میں پھیلی ہوئی ہے۔ ظلم وناانصافی کا دور دورہ ہے۔ لوگ قومی درد اور اجتماعی خیر وشر کی فکر سے خالی اور اپنی ذات اور مفادات کے اسیر ہو چکے ہیں۔ یہ اور ان جیسے دیگر منفی رویے ہمارے قومی مزاج میں داخل ہو چکے ہیں۔ یہ وہ صورت حال ہے جس پر ہر شخص کف افسوس ملتا ہوا نظر آتا ہے۔ اس وقت دنیا میں سب سے زیادہ اخلاقی بگاڑ اور رواداری و معاملات کی بیخ کنی جو کسی بھی اسلامی معاشرہ میں دیکھنے کو ملتی ہے وہ شائد ہی دنیا کے کسی دوسرے معاشرہ میں پائی جاتی ہو۔

آج ہمارے درمیان سے لوگوں کے لئے محبت اور احساسات کا جذبہ ختم ہو چکا ہے، آج ہمارا معاشرہ مفاد پرستی کی بھینٹ چڑھ چکا ہے، اگر ہم سیرت طیبہ ﷺ کا مطالعہ کریں آپ ﷺ لوگوں کے جذبات اور احساسات اور عزتِ نفس کا ہر جگہ دھیان فرماتے۔ اپنے خدمت گاروں کو یہ محسوس کرواتے کہ آپ کے قلبِ انور میں ان کے لیے عزت و خلوص کے جذبات موجود ہیں اور ان میں سے ہر شخص یہ سمجھتا کہ حضور ﷺ سب سے زیادہ مجھ پر مہربان ہیں جیسے حضرت عمرو بن العاصؓ کی روایت ہے کہ انہوں نے اس خیال سے کہ میں ہی حضور ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب ہوں سوال کیا کہ "میں افضل ہوں یا ابو بکرؓ؟"[35]۔

"قریش کا ایک نوجوان جو حیوانیت کے جذبات سے مغلوب تھا آنحضرت ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا مجھے بدکاری کی اجازت فرما دیجئے۔ اس کا کہنا تھا کہ حاضرین اس پر لپکے اور اس گستاخی پر اس کو خوب ڈانٹا۔ آپ نے یہ دیکھا تو فرمایا کہ اس سے تعرض نہ کرو اور اس کو اپنے قریب بلا کر پوچھا کہ کیا تم اس بات کو پسند کرو

گے کہ جن رشتوں کا تم احترام کرتے ہو ان میں سے کسی کے ساتھ کوئی یہ بری حرکت کرے اس نے کہا میں تو ایسا کبھی سوچ بھی نہیں سکتا' آپ نے فرمایا تم جس برائی کا ارادہ کر رہے ہو وہ برائی بھی تو آخر کسی کی بہن اور بیٹی کے ساتھ ہو گی۔ وہ اس قدر متاثر ہوا کہ ہمیشہ کے لیے اس سے تائب ہو گیا"۔

سرکار دو عالم ﷺ اپنے مخاطبین کے مزاج اور نفسیات کو ملحوظ رکھنے کے ساتھ ان کے جذبات کا بھی خیال کرتے تھے۔ اگر جذبات میں اشتعال محسوس کرتے تو کوئی ایسی بات زبان سے نہ نکالتے اور نہ عملاً کوئی ایسی روش اختیار کرتے جس سے جذبات بے قابو ہو جائیں۔ جذبات و احساسات کی رعایت کرتے ہوئے انہیں صحیح اور تعمیری رخ دیتے اور جذبات کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبت اور دین اسلام کی عظمت اور سربلندی کی طرف پھیر دیتے۔ جیسے غزوہ حنین کے موقع پر جب سرداران قریش کو زیادہ مال غنیمت دیا تو انصار نے چہ میگوئیاں شروع کر دیں۔ آپ ﷺ ان کے جذبات کو اس نہج پر لے آئے کہ روتے روتے ان کی داڑھیاں آنسوؤں سے تر ہو گئیں۔ کہنے لگے ہم اپنی اس قسمت پر نازاں ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے حصہ میں آئے "[36]۔ اس طرح ان میں وفاداری اور دین اسلام کے لیے محبت میں مزید اضافہ فرما دیا۔

رسول اللہ ﷺ کے اخلاق حسنہ کے جو واقعات سیرت طیبہ میں ملتے ہیں ان کی مثال تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔ ذیل میں ہم آپ کے اخلاق کریمانہ کے چند واقعات درج کرتے ہیں۔

سیدنا انسؓ بیان کرتے ہیں کہ (ایک دن) میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ چلا جا رہا تھا، آپ نے نجران کی بنی ہوئی موٹے حاشیے والی ایک چادر اوڑھ رکھی تھی۔ اتنے میں ایک دیہاتی آپ کے پاس آیا، اس نے آپ کی چادر کو بہت زور سے کھینچا۔ سیدنا انس کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ) کے کندھے کو دیکھا کہ زور سے کھینچنے کی وجہ سے موٹے حاشیے نے اس پر نشان ڈال دیا تھا۔ تو اس دیہاتی نے کہا، اے محمد! اللہ کا جو مال آپ کے پاس ہے اس میں سے کچھ مجھے دینے کا حکم فرمائیے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف دیکھا، آپ مسکرائے اور اس کو مال دینے کا حکم صادر فرمایا[37]۔

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے اخلاق کتنے عالی تھے کہ آپ کو تکلیف پہنچانے پر بھی آپ نے مسکرا کر جواب دیا، جس سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ انسان اگر تھوڑی سی تکلیف برداشت کر کے اچھے اخلاق سے پیش آجائے تو شاید اس کے دل میں محبت پیدا ہو جائے۔

آج ہمارے معاشرے میں ایک دوسرے کا حق کھانا معمول بن گیا ہے، جب کسی کا حق کھایا جاتا ہے تو بدلے کے طور پر وہ شخص دوسروں کا حق کھانے کی کوشش کرتا ہے جس سے معاشرے میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ آپ ﷺ نے جہاں لوگوں کی امانتوں کا خیال رکھتے وہی حقداروں کو ان کا حق پہنچانے کی بھی کوشش کرتے۔

سیدنا جبیر بن مطعمؓ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چلا جا رہا تھا اور کچھ لوگ اور بھی آپ کے ساتھ تھے، یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب آپ حنین سے واپس آ رہے تھے۔ تو کچھ (دیہاتی) لوگ آپ کے پیچھے پڑ گئے اور آپ سے مال طلب کرنے لگے۔ انھوں نے آپ کو ببول کے ایک درخت کی طرف جانے پر مجبور کر دیا۔ تو اس درخت کے کانٹوں کے ساتھ آپ کی چادر الجھ گئی اور رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو گئے، آپ نے فرمایا: "میری چادر تو مجھے دے دو، (یقین رکھو!) اگر میرے پاس ان خاردار درختوں کی گنتی کے برابر بھی اونٹ ہوتے تو میں ان سب کو تم لوگوں میں تقسیم کر دیتا۔ [38]"

آج معاشرے میں دیکھتے ہیں تو ذرا ذرا سی بات پر گالی پر گالی دے رہے ہوتے ہیں، کئی لوگ تو اس قدر گالیوں کی دَلدَل میں دھنسے ہوتے ہیں کہ ہر چیز مثلاً گدھے، گھوڑے، بکرے وغیرہ جانوروں کو بھی گالیاں دے رہے ہوتے ہیں، دیوار سے ٹکرا گئے تو اسے گالی، دروازہ نہ کھلے تو اسے گالی، گاڑی اسٹارٹ نہ ہو تو اسے گالی، کال نہ لگے تو نیٹ ورک کو گالی، الغرض ہر چیز ہی کو اپنی گالیوں کا نشانہ بنا رہے ہوتے ہیں۔ جو کہ معاشرے میں بگاڑ کا سبب بن رہا ہوتا ہے۔ آپ ﷺ کی سیرت سے معلوم ہوتا ہے آپ ﷺ نے گالی دینے والے غیر مسلم کو بھی معاف فرما دیا۔

سیدہ عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ کچھ یہودی نبی ﷺ کے پاس آئے، انھوں نے کہا: "اَلسَّامُ عَلَيْكُمْ" "تم پر موت طاری ہو۔" سیدہ عائشہؓ نے کہا: (عَلَيْكُمْ وَلَعَنَكُمُ اللهُ وَغَضِبَ اللهُ عَلَيْكُمْ) "تمھی پر موت طاری ہو اور اللہ تم پر لعنت کرے اور اللہ تم پر اپنا غضب نازل کرے۔" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اے عائشہ! رک جاؤ، نرمی کو اپنے اوپر لازم کرو، سختی اور بد کلامی سے بچو۔ [39]"

علامہ شبلی نعمانی فرماتے ہیں کہ "دنیا کی ساری خوشیاں، خوش حالی، امن و امان اسی اخلاق کی بدولت ہے۔ اسی دولت کی کمی کو حکومت و جماعت اپنی طاقت اور قوت کے قانون سے پورا کرتی ہے۔ اگر انسانی جماعتیں اپنے فرائض از خود

انجام دے لیں تو پھر حکومت کے جبری قوانین کی ضرورت نہیں پڑتی۔اسی لئے بہترین مذہب وہ ہے جس کا اخلاقی دباؤ اپنے ماننے

پر اتنا ہو کہ وہ ان کے قدموں کو سیدھا رکھ سکے، بھٹکنے نہ دے"[40]۔

آج کا معاشرہ اگر اسلام کے مزاج کے مطابق ڈھل جائے تو یقیناً جنت کا منظر پیش کرے اور معاشرے کے تمام اخلاقی خرابیاں خود بخود ختم ہو جائیں اور معاشرہ امن وسلامتی،اخوت و بھائی چارگی، میل جول اور محبت و مودت کا گھوارہ بن جائے۔بدقسمتی سے آج کے ہمارے اس خزاں رسیدہ معاشرے میں اخلاقیات، تہذیب و تمدن اور تربیت و تادیب کے آثار تک نہیں پائے جاتے جسکی بنیادی وجہ حضور نبی کریم ﷺ کے تعلیم دیئے ہوئے اخلاق سے دوری ہے۔

(5) "تحمل اور رواداری کا معاملہ" معاشرے کی اصلاح و تربیت میں تحمل ورواداری کا کردار سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں:

لفظ "تحمل" "حمل" سے بنا ہے، جس کے معنیٰ "بوجھ اٹھانا"، "برداشت کرنا"، "بُردباری کا مظاہرہ کرنا" اور "نرمی اختیار کرنا" کے ہیں۔ اسلامی اصطلاح میں ناگوار باتوں میں برداشت سے کام لینا اور ناموافق حالات میں نرمی اور تواضع کا اظہار کرنا "تحمل" کہلاتا ہے۔اسی معنیٰ میں "حلم" بمعنیٰ "بُردبار" بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

اہل علم فرماتے ہیں کہ صبر و تحمل تقریباً ہم معنیٰ الفاظ ہیں۔ صبر میں غصہ اور اشتعال کو روکا جاتا ہے اور تحمل میں غصہ اور اشتعال کو برداشت کیا جاتا ہے۔ گویا یہ دونوں لازم وملزوم ہیں اور دونوں بیک وقت کارفرما ہوتے ہیں صبر کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ قرآن مجید میں نوے سے زیادہ مقام پر صبر کا ذکر کیا گیا ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں صبر و تحمل اور برداشت کی بے شمار مثالیں اور نمونے موجود ہیں۔

تاریخ شاہد ہے کہ معاشرے میں عدم برداشت معاشرے کی بڑی تباہی کا سبب بنے فی زمانہ پاکستان جیسے معاشرے میں جو وجوہات عدم برداشت کا سبب بن رہی ہیں، ان میں سے کچھ اہم وجوہات آپ کے سامنے ہیں،سب سے پہلے مذہبی اختلافات کی بات کی جائے، یہ سوچ کہ میرا مذہب ہی دنیا میں تمام مذاہب سے بہتر ہے۔ یہ بیان ایسا ہے کہ جیسے ایک بچے کا یقین ہے کہ میرے ماں باپ ہی دنیا کے سب سے اچھے اور بہترین ماں باپ ہیں۔ مذاہب میں اختلاف ایک دوسرے سے نفرت کا باعث بنا ہے۔ اس کائنات میں جنگ اور مذہب کے

نام پر سب سے زیادہ جانوں کا نقصان ہوا ہے۔ اس کے علاوہ فرقہ وارانہ تعصب ایک شدت اختیار کرتا جارہا ہے۔ مذہب کی آڑ میں آئے دن کوئی ہنگامہ کھڑا کر دیا جاتا ہے۔ ہر فرد مذہب کو لے کر سخت رویہ رکھتا ہے ج س سے ایک دوسرے سے نفرت اور عدم برداشت میں اضافہ ہوا ہے۔

نبی اکرم ﷺ تمام خوبیوں کا مرقع تھے۔ حلم وبردباری، صبر واستقامت، عفوودرگزر، جرأت و صلابت، جودوسخا، ذہانت وذکا اور سخت اشتعال انگیز صورت حال میں اپنے مقام رفیع کے مطابق تحمل وبرداشت جیسی خصوصیات آپؐ ہی کی جامع شخصیت میں نظر آسکتی ہیں۔ سید الانبیاء علیہ السلام کی ساری زندگی اس حقیقت کی گواہ ہے کہ آپ نے ہمیشہ پیش آنے والے حالات کو تحمل اور دانش مندی سے سمجھا اور پھر حالات کے تقاضوں کے تحت ایسے متوازن اور بہترین اقدامات کئے جن کے نتائج کو دیکھتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپ کا ہر آنے والا لمحہ گزرے لمحے سے زیادہ شاندار تھا۔

آپ ﷺ نے جب مکہ کے سرداروں کو دین کی دعوت دینا شروع کی مشرکین مکہ کی بھرپور مخالفت کے باوجود آپ مایوس نہ ہوئے پورے ولولہ سے کام کرتے رہے۔ "مکہ والوں نے جب اپنے خیالات اور رسم ورواج کے خلاف رسول اللہ ﷺ سے باتیں سنیں تو وہ آپ اکے سخت مخالف ہوگئے اور طرح طرح سے آپ اکو تکلیفیں دینی شروع کر دیں۔ آپ اکو برا بھلا کہتے۔ آپ اپر پتھر پھینکتے اور گندگی اچھالتے۔ مگر آپ ا نے ان تکلیفوں کی ذرہ برابر پرواہ نہ کی اور صبر و تحمل کے ساتھ اپنے فرض کو انجام دیتے رہے" [41]۔

نبی اکرمؐ کو مکی زندگی میں بالخصوص اور مدنی زندگی میں بالعموم متعدد بار آزمائشوں، تکالیف اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑا لیکن آپؐ نے ہر موقع پر نہ صرف خود صبر و تحمل، استقامت اور عفوودرگزر کا عظیم مظاہرہ کیا بلکہ صحابہ کرامؓ کو بھی صبر و تحمل کی تاکید و تلقین فرمائی نبی اکرم ﷺ نے غصے پر قابو رکھنے کو اصل طاقت قرار دیا ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:" طاقت ور وہ شخص نہیں ہے جو کُشتی (پہلوانی) میں دوسروں کو پچھاڑ دیتا ہے بلکہ طاقت ور تو در حقیقت وہ ہے جو غصے کے موقع پر اپنے (نفس کے) اوپر قابو رکھتا ہے۔[42]"

جو شخص انتقام کی قدرت رکھنے کے باوجود دوسروں کو معاف کر دیتا ہے، اسے اللہ تعالیٰ محبوب رکھتا ہے۔ چناں چہ حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرمؐ نے ارشاد فرمایا:"حضرت موسیٰ علیہ السلام

نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا: "اے میرے رب آپ کے نزدیک آپ کے بندوں میں سے کون سب سے زیادہ پیارا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا" وہ بندہ جو انتقامی کارروائی کی قدرت رکھنے کے باوجود معاف کر دے۔"[43]

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کے جہاں بے شمار لوگ آپ پر جان نثار کرنے کے لئے تیار رہتے ایسے حالات میں بھی آپ نے کبھی کسی سے انتقام نہ لیا بلکہ صبر و تحمل سے کام لیا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے صبر ایک نہایت عظیم ہتیار اور لازمی اور ضروری شئ ہے، اسے کسی بھی حال میں نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ ایمان والوں کو صبر کی اہمیت، ضرورت اور اس کی افادیت سے واقف ہونا چاہیے تاکہ وہ انفرادی اور اجتماعی کامیابی کے لئے اس عظیم ہتھیار کو استعمال کر سکیں۔ صبر کے ذریعے انسان اپنے دشمن کو بھی زیر کر سکتا ہے تاریخ اسلامی میں اور سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں صبر کے اعلی نمونے اور متعدد مثالیں موجود ہیں۔

سیرت طیبہ میں ایک واقعہ صلح حدیبیہ صبر و تحمل کی اعلیٰ مثال ہے، مسلمانوں اور قریش کے درمیان ایک تحریری معاہدہ 6 ہجری / 628ء میں طے پایا تھا جس کے نتیجے میں رسول اکرمؐ نے صبر و تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے قریش کی جانبدارانہ اور یک طرفہ مفادات پر مشتمل یہ معاہدہ منظور فرمالیا تھا لیکن بعد میں وقت نے ثابت کر دکھایا کہ صلح حدیبیہ کا فائدہ مسلمانوں کو ہوا، کیونکہ رسول اکرمؐ نے نگاہِ نبوت سے دیکھ لیا تھا کہ کفار قریش اس معاہدے کی پاسداری نہیں کر سکیں گے۔

رسول اکرمؐ نے صلح کی شرائط تحریر کرنے کی ذمہ داری حضرت علیؓ کو دی۔ حضرت علیؓ نے شرائط لکھنے سے قبل "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" لکھا لیکن سہیل بن عمرو نے کہا کہ عرب دستور کے مطابق "باسمک اللھم" لکھا جائے۔ حضور اکرمؐ نے حضرت علیؓ کو یہی لکھنے کی ہدایت کی۔ اس کے بعد یہ لکھا جانا تھا کہ یہ معاہدہ محمد رسول اللہ ﷺ اور سہیل بن عمرو کے درمیان طے پایا اور جب "محمد رسول اللہ" لکھا گیا تو سہیل بن عمرو نے پھر اعتراض کیا کہ "محمد بن عبد اللہ" لکھا جائے۔ حضور اکرمؐ نے اس شرط کو بھی منظور کر لیا۔

اس طرح یک طرفہ مفادات، مسلمانوں کے نکتہ نظر سے سخت شرائط اور قریش کی من مانیوں نے مسلمان کو شدید اضطراب سے دوچار کر دیا لیکن مسلمانوں نے اس کڑے وقت میں بڑے صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا اور اس معاہدہ کی پاسداری پر عمل درآمد کیا۔

لیکن غور کیجئے کہ اسی صلح کو جو بظاہر ذلت امیز تھی فتح مبین قرار دیا گیا۔ اور صلح حدیبیہ مسلمانوں کی فتح ثابت ہوئی، آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کو بھی یہی تربیت فرمائی کہ وہ غصے کی حالت میں صبر و تحمل سے کام لیں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ترجمہ: "غصہ شیطان کی طرف سے ہوتا ہے اور شیطان کی آگ سے پیدائش ہوئی اور آگ پانی سے ٹھنڈی کی جاتی ہے لہٰذا جب تم لوگوں میں سے کسی شخص کو غصہ آجائے تو وضو کرلے۔"[44]

اس لئے وقت کے نبض کو سمجھنا حالات کی رفتار پر نظر رکھنا صبر، برداشت اور ضبط سے کام لینا آج کے حالات میں ہم مسلمانوں کے لئے انتہائی ضروری ہے۔ اگر ہم بے برداشت ہوگئے، صبر وضبط کے دامن کو چھوڑ دیا تو جہاں معاشرہ بدامنی کا شکار ہوگا بلکہ فرقہ پرست طاقتیں اپنے مقصد اور منصوبے میں کامیاب ہوجائیں گی۔ لہٰذا سلمانوں کو صبر و تحمل اور حکمت و دور اندیشی سے کام لینا چاہیے۔ اپنا محاسبہ کرنا چاہیے۔ اسلام کے ساتھ اپنے رشتے کو مضبوط کرنا چاہیے۔ اپنی صفوں اور جماعتوں میں اتحاد پیدا کرنا چاہیے۔ اور اپنے رویوں میں برداشت پیدا کرنا چاہیے تاکہ ہمارا معاشرے ہر طرح کے بگاڑ سے محفوظ رہے۔

(6) "عفو ودرگزر" معاشرے کی اصلاح وتربیت میں عفو ودرگزر کا کردار سیرت طیبہ کی روشنی میں

"عفو ودرگزر":

عفو و درگزر ایک ایسی خوبی ہے کہ مخالفین کے دلوں کو تبدیل کر رکھ دیتی ہے۔ آنحضور اکرم ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر عفو و درگزر کی ایسی مثال قائم کی کہ رہتی دنیا تک ایسی مثال نہ مل سکے گی اور نہ دنیا ایسی مثال پیش کرسکی۔ "عفو و درگزر انسانی زندگی کا ایک اہم پہلو ہے جس کے بغیر بقاء حیات اور استحکام اجتماع ممکن ہی نہیں۔ عفو و درگزر دراصل انسانی شخصیت کی وسعت اور اس کی انسانیت کی توسیع ہے۔ عفو و درگزر نہ ہو تو انسانیت گھٹ کر مر جائے اور ہر طرف خونخواری وحیوانیت کا دور دورہ ہو۔ عفو و درگزر لطافت ورحمت کا اظہار ہے جس سے انسانیت پہچانی جاتی ہے۔ انسان کی اس اخلاقی صفت کا منبع ومصدر بھی صفت رب ہے"[45]۔

معاشرے کی اصلاح و تربیت کے دوران میں تکلیف' مخالفت' بدگمانی' طعن و تشنیع' طنزواستہزاء وغیرہ کا سامنا کرنا پڑتا ہے تاہم ان تمام رکاوٹوں کے مقابلے میں ایک داعی ہمیشہ مثبت رویہ اپناتا ہے۔ مخالفین کی بدتمیزیوں' برائیوں، اعتراضات واتہامات کے جواب میں داعی کا رویہ نہایت معقول ہوتا ہے۔ اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ دعوت کی معقولیت اور شریفانہ رویہ سے متاثر ہوکر اکثر لوگ آخرکار دعوت قبول کرنے والے بن

جاتے ہیں یہی رویہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اس کے صالح بندے بھی یہی رویہ اختیار کرتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کا اصلاح وتربیت کا طریقہ قرآن کی ہدایت کے مطابق تھا کہ:-

اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ [46]

(اور برائی کو اچھائی سے دور کرو پس (اس رویہ سے) تمہارا دشمن ایسا ہو جائے گا جیسے سرگرم دوست)

آپ نے ہمیشہ یہی طریق کار اختیار فرمایا اور اسی کی تلقین کی۔ مولانا امین احسن اصلاحی اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"یہ نبی کریم ﷺ کو اس رویے کی تعلیم دی گئی جو مخالفین کی بد تمیزیوں کے مقابلے میں آپ کو اور آپ کے اصحاب کو اختیار کرنا ہے۔ فرمایا کہ اچھا رویہ اور برا رویہ دونوں یکساں نہیں ہو سکتے۔ آخرت کے انجام اور مقصد دعوت کے اعتبار سے دونوں کے اثرات و نتائج میں آسمان و زمین کا فرق ہے۔ اس وجہ سے لوگوں کی بد تمیزیوں کے جواب میں وہ رویہ اختیار کرنا جو زیادہ بہتر ہے۔ اس کا فائدہ یہ ہو گا کہ تمہارے دشمنوں میں سے جن کے اندر کچھ صلاحیت ہے تمہاری دعوت کی معقولیت اور تمہارے شریفانہ رویہ سے متاثر ہو کر تمہارے سرگرم حامی بن جائیں گے"[47]۔

لوگوں کی اینٹوں اور پتھروں کا جواب دعاؤں سے دیا جائے تو ان کے دلوں میں اگر اس کے خلاف کسی غلط فہمی کے باعث عداوت بھی ہو تو ان کے اس طرز عمل سے متاثر ہو کر ان کی یہ عداوت' محبت سے بدل جاتی ہے اور وہ اس کے جان نثار ساتھیوں میں سے بن جاتے ہیں چنانچہ یہ واقعہ کہ نبی کریم ﷺ کی معاشرے کی اصلاح و تربیت میں میں سب سے زیادہ موثر عامل کی حیثیت آپ کے اسی کردار کو حاصل رہی ہے

وادی طائف میں آپ پر پتھروں کی بارش کی گئی۔ زخموں سے نڈھال ہو کر بار بار غش کھا کر گر پڑتے۔ حتیٰ کہ جان بچانے کیلئے ایک باغ میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے اور جب اس کسمپرسی' بے بسی اور اذیت کے دوران پہاڑوں کے فرشتہ نے یہ کہا کہ حضورؐ مجھے اللہ نے بھیجا ہے کہ اگر آپ حکم دیں تو میں طائف کے دونوں پہاڑوں سے اس آبادی کو پیس ڈالوں تو حضور نے فرمایا کہ نہیں میں ان کیلئے بد دعا نہیں کروں گا مجھے امید ہے کہ یہ لوگ خود نہیں تو ان کی اولاد سے خدا کے نام لیوا اٹھیں گے۔ آپ کی یہی عجیب و غریب خیر خواہی اور ہمدردی تھی کہ

وہ تمام دشمنانِ خدا آپ کے قدموں میں جھکنے پر مجبور ہو گئے اور ان کی عداوت محبت میں بدل گئی اور وہ آپ کے جان نثار ساتھی بن گئے۔

فتح مکہ کے تاریخی موقع پر انسانی حقوق کے اولین و بے نظیر علم بردار اور داعی اعظم ﷺ نے مفتوحین کے لیے ان کی توقعات کے برخلاف آزادی کا پروانہ جاری کر کے انسانیت پر احسان عظیم کیا اور جاہلیت وانسان دشمن تہذیب و قوانین کو اپنے قدموں تلے روندتے ہوئے اعلان فرمایا:

اِذْهَبُوْا فَاَنْتُمُ الطُّلَقَآء [48] "جائو تم سب کے سب آزاد ہو"۔

اس موقع کی مرقع آرائی معروف سیرت نگار علامہ شبلی نعمانی کی زبانی سنیئے:۔

"آپؐ نے مجمع کی طرف دیکھا تو جبارانِ قریش سامنے تھے ان میں وہ حوصلہ مند بھی تھے جو اسلام کو مٹانے میں سب کو پیش رو تھے، وہ بھی تھے جن کی زبانیں رسول اللہ ﷺ پر گالیوں کے بادل برسایا کرتی تھیں، وہ بھی جنہوں نے آنحضرت ﷺ کے راستے میں کانٹے بچھائے تھے۔ وہ بھی تھے جو وعظ کے وقت آنحضرت ﷺ کی ایڑیوں کو لہولہان کر دیا کرتے تھے۔ وہ بھی تھے جن کی تیغ وسنان نے پیکر قدسی ﷺ کے ساتھ گستاخیاں کی تھیں۔ وہ بھی تھے جنہوں نے آنحضرت ﷺ کے راستے میں کانٹے بچھائے تھے۔ وہ بھی تھے جن کی تشنہ لبی خونِ نبوت سے سوا کسی چیز سے بجھ نہیں سکتی تھی۔ وہ بھی تھے جن کے حملوں کا سیلاب مدینہ کی دیواروں سے آ کر ٹکراتا تھا۔ وہ بھی تھے جو مسلمانوں کو جلتی ہوئی آگ پر لٹا کر ان کے سینوں پر آتشیں مہریں لگایا کرتے تھے۔ رحمت عالم ﷺ نے ان کی طرف دیکھا اور خوف انگیز لہجہ میں پوچھا: تم کو کچھ معلوم ہے کہ میں تم سے کیا معاملہ کرنے والا ہوں؟ وہ لوگ اگرچہ ظالم تھے، شقی تھے، بے رحم تھے لیکن مزاج شناس تھے پکار اٹھے کہ تو شریف بھائی ہے اور شریف برادر زادہ ہے، ارشاد ہوا! تم پر کچھ الزام نہیں جائو، تم سب آزاد ہو۔ [49]

بدترین دشمن سے حسن سلوک، مثالی رواداری اور عفو عام نے مکہ کی آبادی کو آنِ واحد میں اسلام کا گرویدہ بنا دیا اور پوری آبادی اپنے آبائی عقائد و نظریات کو چھوڑ کر حلقہ اسلام میں داخل ہو گئی۔

آج بھی صرف یہی طریقِ محمدی ﷺ امنِ عالم کا ضامن ہے، رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے بعد ۲۳ سال کے قدیم ترین دشمنوں، صحابہ کرامؓ کو ہولناک اذیتیں دینے والوں، خود رسول اللہ ﷺ کے قتل کی

سازشیں کرنے والوں کو معاف کر کے اہل مکہ کے دلوں کو مسخر کر لیا اور مفتوح قوم میں ذرا بھی جذبہ انتقام پیدا نہ ہو سکا۔ یہی اسوہ حسنہ آج بھی دنیا کی طاقت ور قوموں اور با اختیار حکمرانوں کے لیے بہترین معیار عمل ہے۔

اسلامی تعلیمات میں مسلمان اور مومن کے جو اوصاف بیان کیے گئے ہیں، ان کے مطابق وہ آپس میں بھائی بھائی ہیں اور ہر بھائی دوسرے بھائی کا خیر خواہ ہوتا ہے، کوئی کسی کے لیے کسی قسم کی پریشانی کا باعث نہیں بنتا۔ ہر بھائی، دوسرے بھائی کے لیے امن و سلامتی کا باعث ہوتا ہے، جس کی بدولت ان بھائیوں میں کوئی پریشان کن مسئلہ پیدا نہیں ہوتا ہے۔ یوں مومن انسان بلا خوف و خطر اس دنیا میں بھی جنّتی زندگی کا لطف اٹھاتے ہیں ایک دوسرے کو معاف کر دینے کا عمل ہی دراصل تمام افرادِ معاشرہ کو درپیش انفرادی و اجتماعی مسائل و مشکلات کے حل کا واحد راستہ ہے اور آخرت میں اللہ ربّ العالمین کی رضا حاصل کر کے جنّت میں داخلے کے پروانے کا ذریعہ بھی۔ ایک صحتمند معاشرہ اسی صورت قائم ہو سکتا ہے، جب ہم ایک دوسرے کو معاف کر کے آپس کے تمام اختلافات ختم کر دیں۔

(7)"نرم مزاجی" معاشرے کی اصلاح و تربیت میں "نرم مزاجی" کا کردار سیرت طیبہ کی روشنی میں

"نرمی" کا مفہوم: کسی کے ساتھ بہتر اور اچھا برتاؤ کرنا، نرمی اور ملائمت، دھیما پن، مہربانی، رحم دلی، لطافت، آسانی، بردباری اور برداشت یہ نرمی کے مفہوم میں شامل ہیں۔[50]

امام ابن اثیر الجزری فرماتے ہیں کہ: "والرّفق لین الجانب وھو خلاف العنف"[51] رفق نرم روی کو کہتے ہیں اور وہ سختی کے برعکس ہے۔

امام ابن حجرؒ نرمی کے مفہوم کو بڑے جامع الفاظ میں بیان کرتے ہیں کہ: "ھو لین الجانب بالقول والفعل والاخذ بالسّھل وھو ضدّ العنف"[52] یہ قول و فعل میں نرمی اور ہر معاملے میں آسان پہلو کو اختیار کرنا ہے، اور یہ سختی کے برعکس ہے۔ یعنی جو شخص سختی اور تلخی کے بجائے آرام، سکون اور پیار محبت سے کام یا بات کرے وہ نرم مزاج کہلاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ[53] اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور وہ تم پر سختی نہیں چاہتا۔ ایک مقام پر فرمایا گیا: {يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ ۚ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا[54] اللہ تعالیٰ تم پر تخفیف کرنا چاہتا ہے اور

انسان کو ضعیف پیدا کیا گیا ہے۔ ایک اور مقام پر فرمایا گیا: مَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُم مِّنْ حَرَجٍ [55] اللہ تعالیٰ یہ نہیں چاہتا کہ تمہیں حرج میں مبتلا کر دے۔

رسول کریم ا فرماتے ہیں: "خیر دینکم ایسرہ" (تمہارا بہترین دین وہ ہے جس میں آسانی ہو) اور احب الادیان الی اللہ الحنیفیة المسمحة۔ [56]۔ اللہ کے ہاں بہترین دین وہ ہے جس میں حنفیت ہو اور آسانی ہو۔ احادیث کی تو اس سلسلے میں حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ سے جو روایتیں ملتی ہیں، وہ کافی ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ا نے فرمایا "دین میں غلو سے بچو۔ تم سے پہلے کے لوگ دین میں غلو کرنے کے باعث ہلاک ہو گئے"۔ [57]

ان ہی ربانی ہدایتوں کی تعمیل میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبلؓ اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو یمن میں اسلام کی دعوت و تبلیغ کے لیے متعین فرمایا تو رخصت کرتے وقت یہ نصیحت فرمائی: "یسّرا ولا تُعسّرا وبشّرا ولا تنفّرا" دین الٰہی کو آسان کر کے پیش کرنا سخت بنا کر نہیں، لوگوں کو خوش خبری سنانا، نفرت نہ دلانا، یہ وہ تبلیغی اصول ہیں جو ایک داعی و مبلّغ کی کامیابی کی جان ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کے سامنے اور صحابہؓ نے عام مسلمانوں کے سامنے اسی اصول کے مطابق دینِ الٰہی کو پیش کیا اور کامیابی حاصل کی، دین کو آسان اور سہولت کے ساتھ پیش کرنا اور اسے سخت درشت اور مشکل نہ بنانا ہی اس کے قبول عام کی راہ ہے، ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کے لطف و شفقت، رحم و کرم او مہر و محبت کی دل نواز صدائوں سے دلوں کو پُر امید اور مسرور بنانا اس سے بہتر ہے کہ بات بات پر اللہ کی قہاری و جباری اور ہیبت و جلال کا ذکر کر کے دلوں کو خوف زدہ اور مایوس بنایا جائے۔ [58]

سید الانبیاء والمرسلین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خوبصورت لہجے اور پاکیزہ انداز میں بھی اسی وجہ سے نہایت دلکشی اور نرمی سمائی ہوئی تھی۔ نرم روی کے ساتھ ساتھ اس طرح کے دوسرے معاون اوصاف یعنی عفو در گزر، بردباری و تحمل مزاجی، سماحت و لطافت، چشم پوشی اور تالیفِ قلب سے بھی آپ متصف تھے۔ بندۂ مومن ہر لحظہ اپنے قول و فعل سے داعی ہوتا ہے، لہٰذا اُسے بھی نرم مزاجی اور خندہ پیشانی کے جوہر سے آراستہ ہونا چاہیئے۔

اکثر اوقات ہمیں اپنے سے وابستہ رشتوں سے گلے شکوے اور شکایات کا اندیشہ رہتا ہے اور ہمارے تعلقات میں گرم جوشی کا فقدان ہوتا ہے۔ بعض اوقات یہ خلا اتنا بڑھ جاتا ہے ہے کہ انسان اپنے حلقے کے لوگوں سے سے لاتعلقی اور فاصلہ برقرار رکھنا شروع ہو جاتا ہے۔ اور اپنے اوپر ایک غیر مرئی خول چڑھالیتا ہے جس سے اس کی اندرونی کیفیات کا پتہ لگانا مشکل ہوتا چلا جاتا ہے ہم اب ایک ایسے معاشرے میں رہ رہے ہیں جہاں تکبر اور استحقاق سے بات کرنا امارت کی علامت سمجھا جاتا ہے گفتگو میں نرمی کا پہلا کم ہوتا جارہا ہے۔ رشتوں میں دوری کی شاید یہی سب سے بڑی وجہ ہے ہے اپنے قریبی تعلقات میں گلے شکوے ہونا بڑی بات نہیں ہے مگر ان کا اظہار اگر اس بات کو مد نظر رکھ کر کیا جائے کہ اگلے کو شرمندہ کرنے کے بجائے اس کی اصلاح کا پہلو سامنے ہو تو بہت سے رشتے اور تعلق اسی طرح ٹوٹنے سے بچ سکتے ہیں۔ ہمیں اپنے اندر نرم روی کو پروان چڑھانے کی کوشش کرنی چاہیے اور غیر ضروری تنقید اور تضحیک جس سے کسی کی دل آزاری کا خدشہ ہو اس سے پرہیز کرنی چاہیے شاید اسی طرح ہم ایک پر سکون زندگی کی طرف اپنی کوششوں کا آغاز کر سکیں اور یہی روایت ہمیں انسان دوستی کی طرف رہنمائی کر سکے گی

فرمانِ مصطفی ہے من یحرم الرفق یحرم الخیر [59] جو نرم روی سے محروم رہا وہ ساری بھلائی سے محروم رہا۔

آپ کا ارشاد ہے یا عائشہ ان اللہ یحب الرفق فی الامر کلہ [60] اے عائشہ! اللہ تعالیٰ ہر کام میں نرم روی کو پسند فرماتا ہے۔

معاشرے کے طبقات کی اصلاح وتربیت کا نبوی طریقہ

انسانوں کے مابین اخلاقی ادب و احترام پروان چڑھانے کا اہم فریضہ انبیاء کرام علیہم السلام نے سرانجام دیا۔ انہوں نے اپنی تعلیمات سے محبت، امن اور اتحاد کا پیغام دے کر انسانی شخصیت کی اخلاقی تربیت فرمائی۔ یہی اوصاف رسولِ کریم ﷺ کی شخصیت میں بھی موجود تھے۔ اصلاح معاشرے کے لیے منصب رسالت کے اہم فرائض میں آیات قرآنی کی تلاوت، تزکیہ و تربیت اور کتاب و حکمت کی تعلیم دینا شامل ہے۔ رسول ان تمام احکامات پر عمل کرتے ہوئے اپنی قوم کو کتاب اللہ سے آگاہی اور ان کی اصلاح و تربیت کرتا ہے تاکہ ان کی سرپرستی کرتے ہوئے انہیں ان کی اغلاط و خامیوں کی اصلاح کر کے معاشرے کا بہترین فرد اور حسنِ اخلاق کا ضامن بنائے۔ قرآنِ مجید میں ایک جگہ اللہ نے فرمایا:

خُذْ مِنْ اَمْوَالِـهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُـمْ وَتُزَكِّيْـهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْـهِمْ اِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَّـهُمْ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ[61]

ترجمہ: "ان کے مالوں میں سے زکوۃ لے کر اس سے ان کے ظاہر کو پاک اور ان کے باطن کو صاف کر دے اور انہیں دعا دے۔ بے شک تیری دعا ان کے لیے تسکین ہے اور اللہ جاننے والا اور سننے والا ہے۔"

اس آیتِ مبارکہ کی روشنی میں زکوۃ کی فرضیت کو واضح کرتے ہوئے اس کے فوائد کا ذکر کیا گیا ہے کہ اس سے انسان کے مال کی جہاں پاکیزگی ہوتی ہے وہی یہ دلوں سے بغض، کینہ اور تزکیہ نفس کرنے کا سبب ہے ۔زکوۃ کے ذریعے انسانوں کے ظاہر اور باطن کو پاک کرنا مقصود ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے رسولِ کریم ﷺ کو حکم دیا کہ وہ اپنی امت کو زکوۃ کی ادائیگی کی تعلیم دیں تا کہ اس سے انہیں روحانی طہارت حاصل ہو اور نبی ﷺ ان کے حق میں خدا سے رحمت اور مغفرت کی دعا کرے کیونکہ نبی کی دعا امت کے لیے خیر وعافیت اور قبولیت کا درجہ رکھتی ہے۔

رسولِ کریم ﷺ کے کئی اقوال و افعال معاشرتی اخلاقی تربیت و اقدار کا درس دیتے ہیں اور آپ ﷺ کی سیرتِ مبارکہ کی یہ خاصیت ہے کہ آپ ﷺ لوگوں کے ساتھ حسنِ سلوک اور محبت و مودت سے پیش آتے۔ ہر فرد کی ذہنی سطح کو مد نظر رکھ کر گفتگو فرماتے اور آپ ﷺ مختصر پیرائے میں بڑے مضامین کو سمونے کا انداز اچھے سے جانتے تھے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے تبلیغ اسلام میں انصاف برتا۔ کم وقت میں جامع اور مستند وعظ و نصیحت فرماتے۔ جیسا کہ ایک حدیث مبارکہ میں رسولِ کریم ﷺ نے کئی اخلاقی رزائل کا ذکر فرما کر معاشرے کی تربیت فرمائی۔

"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَحَاسَدُوا، وَلَا تَنَاجَشُوا، وَلَا تَبَاغَضُوا، وَلَا تَدَابَرُوا، وَلَا يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ، وَكُونُوا عِبَادَ اللهِ إِخْوَانًا الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ، لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يَخْذُلُهُ، وَلَا يَحْقِرُهُ التَّقْوَى هَاهُنَا وَيُشِيرُ إِلَى صَدْرِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ بِحَسْبِ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّ أَنْ يَحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ، كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ، دَمُهُ، وَمَالُهُ، وَعِرْضُهُ"[62]

ترجمہ: "حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، ایک دوسرے کے لیے دھوکے سے قیمتیں نہ بڑھاؤ، ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، ایک دوسرے سے منہ نہ پھیرو، تم میں سے کوئی دوسرے کے سودے پر سودا نہ کرے اور اللہ کے بندے بن جاؤ جو آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ مسلمان (دوسرے) مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرتا ہے، نہ اسے بے

یار و مددگار چھوڑتا ہے اور نہ اس کی تحقیر کرتا ہے۔ تقویٰ یہاں ہے۔" آپ ﷺ نے اپنے سینے کی طرف تین بار اشارہ کیا، (پھر فرمایا): "کسی آدمی کے برے ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی تحقیر کرے، ہر مسلمان پر (دوسرے) مسلمان کا خون، مال اور عزت حرام ہیں۔"

اس حدیثِ مبارکہ میں معاشرے کی خامیوں کا ذکر کرکے معاشرتی اصلاح فرمائی گئی ہے۔ جس میں حسد، بغض، تکبر، بد دیانتی، ظلم و زیادتی اور مسلمانوں کے حقوق، معاشرتی میل ملاپ، انسانی طرز عمل اور معاشی معاملات کی بہتری اور مسلمان کی اصل شکل وصورت و ساخت کا تذکرہ بہت عمدہ انداز سے کیا گیا ہے ۔حسد کو تمام برائیوں کی جڑ قرار دیا گیا ہے اس لیے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ اس سے بچے کیونکہ اس سے لوگ متنفر ہوتے ہیں اور آپس کا اتحاد ٹوٹ جاتا ہے۔ اسی طرح بغض و کینہ لوگوں کے مابین محبت کی فضا پیدا کرنے میں رکاوٹ کا باعث ہے، معاشی لین دین میں میانہ روی کا درس دیا گیا ہے، قیمتوں کا تعین لوگوں کی استطاعت کو دیکھ کر رکھنے کا حکم ہے اور آخر میں مسلمان بھائی کو اپنے بھائی کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم دیا ہے۔ آپ ﷺ نے انسانوں کو دینِ اسلام سے منسلک فرمانے اور رشتہ اخوت میں جوڑ کر ایک دوسرے کا دینی بھائی و خیر خواہ بنایا۔

(1) اصلاح وتربیت میں رسول اللہ ﷺ کا کردار:

رسولِ کریم ﷺ کی حیات طیبہ کو قرآن نے اسوہ حسنہ کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ مومنوں کے لیے سیرت النبی ﷺ بہترین نمونہ ہے جس میں تمام مسائل کا حل موجود ہے۔ وہ امور معاشی ہوں یا معاشرتی، عدالتی ہوں یا سیاسی، فوجداری ہوں یا قانونی، حقوق اللہ ہوں یا حقوق العباد تمام خصائص و کمالات کا منبہ رسولِ کریم ﷺ کی ذات مبارکہ ہے جس میں ایثار، محبت و مودت، صبر و استقلال، مساوات، اخوت جیسی اعلیٰ صفات موجود ہیں۔ ان سب میں اہم نقطہ رسولِ کریم ﷺ کا کردار ہے جو لوگوں کے لیے مثالی بنا جس سے متاثر ہو کر افراد نے آپ ﷺ کو صادق و امین کا لقب دیا اور اسی اوصاف کو بنیاد بنا کر آپ ﷺ نے حق کا پیغام لوگوں تک پہنچایا۔ جیسا کہ اللہ نے فرمایا: فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِه[63]

ترجمہ: "میں نے تمہارے درمیان مدت تک عمر گزاری ہے۔"

یہی وہ اوصاف حمیدہ ہیں جو خالقِ فطرت اور داعی حق کے مابین رابطہ بر قرار رکھتے ہیں جس میں لہجے کی نرمی، الفاظ کی لطافت و اثر انگیزی اور تاثیر کلام قلب وروح کو متاثر کرنے کا باعث بنتا ہے۔ اسی سے متاثر ہو کر عرب معاشرے کی کایاپلٹی۔ اندھیروں سے نکل کر روشنی کی طرف قدم رکھا۔

(2) "معلمین" کی اصلاح وتربیت شاگردوں کی اصلاح وتربیت میں اساتذہ کی ذمہ داری سیرت نبوی ﷺ کی روشنی میں

ہمارے معاشرے کی اصلاح و تربیت کا ایک ذریعہ بہترین استاد ہیں۔ استاد علم کا سرچشمہ ہوتا ہے۔ قوموں کی تعمیر و ترقی میں اساتذہ کا رول اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ تعمیر انسانیت اور علمی ارتقاء میں استاد کے کردار سے کبھی کسی نے انکار نہیں کیا ہے۔ خود رسالت مآب ﷺ نے "انما بعثت معلما" [64] (مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے) فرما کر اساتذہ کو رہتی دنیا تک عزت وتوقیر کے اعلی منصب پر فائز کر دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تعلیم و تدریس نہایت ہی مقدس اور معزز پیشہ ہے، ہر مذہب اور ہر سماج میں اساتذہ کو بڑا احترام حاصل رہا ہے؛ کیوں کہ سماج میں جو کچھ بھلائیاں اور نیکیاں پائی جاتی ہیں اور خدمت خلق کا جو سر وسامان موجود ہے، وہ سب دراصل تعلیم ہی کا کرشمہ ہے۔

نبوت دراصل کار "تعلیم و تربیت "ہے جس میں بگڑی ہوئی قوموں اور بھٹکے ہوئے لوگوں میں حکمت و بصیرت کے ذریعے حق کی تلاش کا شوق پیدا کر، انہیں حق کی راہ دکھلا کے اس پر چلنے کی تربیت دی جاتی ہے۔ اس لئے نبی ہی کی ذات اقدس "معلم" کا واحد نمونہ بننے کی حقدار ہے جس پر دنیا کے تمام معلمین ومعلمات کو پرکھا جاسکتا ہے۔

مقصد کی لگن استاد میں مقصد کی لگن

آج ہم اگر اپنے معاشرے کا جائزہ لیں تو ایسے استاد بھی نظر آتے ہیں جن کا مقصد اخروی فوائد حاصل کرنے کے بجائے سے زیادہ دنیاوی فوائد حاصل کرنے پر ہوتا ہے، جبکہ ایک معلم کا بلند مقصد ہمیشہ اس کے مطمح نظر رہتا ہے کہ "اللہ کی زمین پر اللہ کا نظام قائم کرنا " اس عظیم مقصد کے لئے غار حرا سے اترتے ہی آپ ﷺ ہمہ تن مصروف عمل ہوگئے۔ پہلے گھر اور خاندان کو دعوت دی پھر قبیلہ کو متوجہ کیا۔ دور نبوت کا ہر لمحہ گواہ ہے کہ آپ اپنے مقصد میں کبھی مصلحت یا مداہنت کا شکار نہیں ہوئے۔

ابلاغ پر عبور:

مؤثر ابلاغ کی مہارت آپ ﷺ میں بدرجہ کمال موجود تھی۔ آپ ﷺ کی گفتگو اول سے آخر تک نہایت صاف ہوتی، کلام جامع فرماتے تھے جس کے الفاظ مختصر مگر پر اثر ہوتے تھے۔ حضرت ام معبد کی روایت ہے کے آپ ﷺ شیریں کلام اور واضح بیان تھے۔ نہ کم گو تھے اور نہ زیادہ گو تھے، آپ ﷺ کی گفتگو ایسی تھی کے جیسے موتی کے دانے پرو دیے گئے ہوں۔

شاگرد کے لئے استاد ایک رول ماڈل کی حیثیت رکھتا ہے لہذا استاد اپنی بول چال، اور گفتگو میں خوبصورتی پیدا کرے، اپنے کردار کو نکھار کر طلباء کے سامنے پیش کرے تو یہ اثرات اس کے شاگردوں پر وارد ہونگے۔ بسا اوقات شاگرد کی طرف سے بار بار سوال پوچھنے پر استاد کو غصہ آجاتا ہے اور ایسی صورت میں طالب علم کند ذہن جیسے الفاظ کہہ دیتا ہے۔

حضرت انس فرماتے ہیں کے آپ ﷺ بعض مرتبہ کلام کو حسب ضرورت تین تین بار دہراتے تاکہ مخاطبین آپ ﷺ کے الفاظ کو اچھی طرح سمجھ لیں۔ جس بات کا تفصیل سے ذکر کرنا تہذیب سے گرا ہوا ہوتا تو اس کو حضور اکرم ﷺ کنایہ میں بیان کرتے۔ بات کرتے وقت آپ ﷺ مسکراتے اور نہایت خندہ پیشانی سے گفتگو فرماتے۔

مربیانہ مزاج:

ایک معلم نرم گو، خوش مزاج، خوبصورت اخلاق اور رقیق القلب شخصیت کا مالک ہونا چاہیے، کیوں کہ اس مزاج کی شخصیت کے مالک انسان ہر طرح کے انسان کو بہترین انسان بنا سکتا ہے آپ ﷺ نے نرم گوئی اور اعلیٰ اخلاق کے ذریعہ سے ہی سخت مزاج مشرکین مکہ ومدینہ کو زیر کیا۔ جس کی گواہی قرآن کریم یوں دیتا ہے۔

اے پیغمبر ﷺ یہ اللہ کی بڑی رحمت ہے کے تم ان لوگوں کے لیے نرم مزاج واقع ہوئے ہو ورنہ اگر کہیں تم تند خو اور سنگدل ہوتے تو یہ سب تمھارے گردوپیش سے چھٹ جاتے[65]۔

جس طرح ایک استاد کے پاس مختلف مزاج کے افراد کی تربیت کی ذمہ داری ہوتی ہے اسی طرح آپ ﷺ کے پاس بھی نرم گرم طبیعت اور مزاج کے لوگ آتے تھے آپ ﷺ ہمیشہ انسانی نفسیات اور مزاجی طبیعت کا خیال رکھتے۔ سائل کے ظرف برداشت اور دماغی وسعت کے مطابق جواب ارشاد فرمادیتے دیتے۔

موقع کی مناسبت سے اچھی خوشخبری اور ڈر سناتے۔ جس کے اثرات یہ نمودار ہوئے کہ آپ کے اپنے اہل وعیال سمیت، آپ کے پڑوسی، صبح وشام کے ساتھی، غلام حتیٰ کہ آپ کے دشمن بھی آپ ﷺ اپنے کاموں میں رہنمائی لیتے۔

قول وفعل میں ہم آہنگی :

ایک بہترین استاد اپنے شاگردوں کے لیے ایک مثالی رہبر، رہنما اور مربی ہوتا ہے۔ اور شاگرد استادوں کے اخلاق سے اپنے اخلاق کو مزین کرتا ہے جس کے لئے استاد کو چاہیے کہ اس کے قول وفعل میں ہم آہنگی ہونا بہت ضرور ہے بسا اوقات استاد ایک اچھا مقرر اور معلم ہوتا ہے لیکن عمل کے میدان میں کچھ کمی رہتی ہے جس سے شاگرد پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ آپ ﷺ کے قول وفعل میں زبردست ہم آہنگی تھی۔ آپ نے جہاں لوگوں کو دیانت داری اور سچ بولنے کی تلقین فرماتے وہیں لوگوں کے سامنے اس کی عملی مثالیں بھی پیش کیں کہ عرب میں امین اور صادق کے نام سے پہچانے جاتے تھے۔ یہاں تک کے آپ سے نفرت کرنے والے بھی آپ کے اعلیٰ کردار دیانت داری کی گواہی دیتے تھے۔ آپ ﷺ کی زندگی کے واقعات میں کبھی قول وفعل میں تضاد نہیں پایا جاتا۔ الغرض آپ ﷺ کی شخصیت استادوں کے بھی ایک اعلیٰ نمونہ ہیں۔ لہذا آپ ﷺ جن خصوصیات کے حامل تھے عصر حاضر میں معلمین ومعلمات کو ان صفات سے خود کو مزین کرنا ہوگا تب جہاں میں اجالا ہوگا۔

بچوں کی اصلاح وتربیت میں والدین کی ذمہ داری سیرت نبوی ﷺ کی روشنی میں

ہر بچہ فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ اس کی شخصیت اندرونی اور بیرونی عوامل مثلاً: والدین، تعلیم و تربیت، سازگار ماحول اور افرادِ معاشرہ سے مل کر تشکیل پاتی ہے۔ اگر معاشرہ صحت مند اقدار کا حامل ہو تو اس کی آغوش میں بچے کے لیے تعمیرِ شخصیت کا عمل آسان ہو جاتا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: كُلُّ مَوْلُودٍ يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ، فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ، أَوْ يُنَصِّرَانِهِ، أَوْ يُمَجِّسَانِهِ[66]". ہر پیدا ہونے والا بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ پس اس کے والدین اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں"۔

اسلامی منہج کی رُو سے بچوں کی اچھی تعلیم وتربیت اور ان کی کردار سازی میں والدین کا کردار نہایت اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔

حضرت انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

أَكْرِمُوْا أَوْلَادَكُمْ وَأَحْسِنُوْا أَدَبَهُمْ.

اپنی اولاد کی عزت افزائی کیا کرو اور اُنہیں اچھے آداب سکھایا کرو"[67]۔

دورانِ تربیت والدین کو چاہیے کہ اگر کسی بچے سے کوئی غلط کام صادر ہو جائے تو اسے ملامت نہ کی جائے اور نہ اسے کسی بُرے لقب سے نوازا جائے۔

حضور نبی اکرم ﷺ کے عمل مبارک سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ کسی شخص کو انفرادی طور پر متنبہ کرنے کی بجائے کسی مجمع کو خطاب کرتے ہوئے اس کوتاہی کی طرف اشارہ فرما دیتے لیکن اگر کبھی اس بات کی ضرورت محسوس فرماتے کہ غلطی پر براہ راست متنبہ کر دیا جائے تو نہایت محبت سے سمجھاتے تاکہ مخاطب کسی قسم کی احساس کمتری کا شکار بھی نہ ہو اور وہ اپنی اصلاح بھی کر لے۔[68]

رسول اللہ ﷺ کا یہ طرز عمل تھا کہ آپ ﷺ نوجوان نسل کو مختلف مواقع پر اپنے ہمراہ رکھتے۔ اکثر اوقات آپ ﷺ کے ساتھ بچے ہوتے جن سے آپ ﷺ نے کبھی تعامل نہ کیا۔[69] جیسا کہ حدیث میں آیا: ان رسول الله ﷺ كان يصلي وهو حامل امامة بنت زينب بنت رسول الله ﷺ ولابي العاص بن ربيعة بن عبد شمس فاذا سجد وضعها واذا قام حملها[70] ترجمہ: "آپ ﷺ امامہ بنت زینب کو اٹھائے ہوئے نماز پڑھتے تھے اور سجدے میں جاتے وقت اسے رکھ دیتے اور جب کھڑے ہوتے تو پھر اٹھا لیتے۔"

اس سے معلوم ہوا کہ مسجد میں بچوں کو لانے کا مقصد ان میں عبادات کا شوق ذوق ابھارنا تھا تاکہ ان میں بچپن سے ہی دینی عبادات سے لگاؤ پیدا ہو اور وہ اپنی مذہبی تہذیب سے واقفیت حاصل کرے۔ جیسا کہ آپ ﷺ کی یہ سنت تھی کہ آپ ﷺ بچوں کی ابتداء سے ہی تربیت و اصلاح فرماتے۔

ترکی کے مختلف شہروں میں خواتین اور بچوں کو مساجد میں لانے کے لیے خصوصی انتظامات کئے جاتے ہیں۔ ترکی کے شہر انقرہ میں واقع احمد حمدی اکسکی مسجد میں مرد اور خواتین اپنے بچوں کے ساتھ نماز تراویح ادا کرنے کیلئے آتے ہیں۔ والدین مکمل اطمینان اور یکسوئی سے عبادت کریں اس کیلئے مسجد انتظامیہ نے بچوں کی دلچسپی کا خصوصی طور پر اہتمام کیا ہے جو محفوظ ہونے کے ساتھ ساتھ مفید بھی ہے۔ بچے یہاں کھلونوں، کتابوں

اور دیگر سرگرمیوں میں مشغول ہو جاتے ہیں کہ جیسے یہ ان کا گھر یا اسکول ہو، نمازوں کے دوران مختصر وقفوں میں والدین کا اس قربت کی وجہ سے بچوں پر نظر دوڑانا بھی نسبتاً آسان ہو گیا ہے۔[71]

رسولِ کریم ﷺ نوجوانوں اور بچوں کی تربیت اور کردار سازی مشفقانہ اور حکیمانہ انداز میں فرماتے۔ اگر کسی سے خطا ہوتی تو محبت سے اسے سمجھاتے اور انداز شفقت والا رکھتے۔ شدید غصے کا اظہار نہیں فرماتے۔ ایک بار عمر بن سلمہ کے ساتھ کھانا تناول فرما رہے تھے آپ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں بچہ تھا اور رسول اللہ ﷺ کی پرورش میں تھا۔ میرا ہاتھ کبھی پلیٹ میں ادھر پڑتا تو کبھی ادھر۔ آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا:

" بیٹے بسم اللہ پڑھ لیا کرو، داہنے ہاتھ سے کھایا کرو اور برتن میں وہاں سے کھایا کرو جو جگہ تجھ سے نزدیک ہو۔ چنانچہ اس کے بعد ہمیشہ اسی ہدایت کے مطابق کھاتا رہا۔"[72]

بچوں کی اصلاح و تربیت ذمہ داریوں کا یہی احساس اور انکی بروقت ادائیگی ہی انسان کی اصل کامیابی ہے۔ وہ والدین جو اپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے باوجود جب اپنی کوشش رائیگاں دیکھتے ہیں تو خود پر ایک پریشانی سوار کر لیتے ہیں۔ والدین کو یہ چاہیئے کہ اولاد کی تربیت قرآن و حدیث کے مطابق صحیح خطوط پر کرنے کی کوشش کریں۔ اربوں روپے کی جائیداد چھوڑ کر جانے سے بہتر ہے کہ اولاد کی دینی تربیت کر دی جائے جو انہیں دنیا میں بھی کام دے اور آخرت میں بھی۔

(3) "خواتین" کی اصلاح و تربیت سیرتِ طیبہ ﷺ کی روشنی میں:

دینِ اسلام کی یہ خاصیت ہے کہ اس نے جہاں مردوں کی تربیت و اصلاح پر زور دیا وہی عورت کی اہمیت اور قدر و قیمت کا بھی احساس معاشرے میں اجاگر کیا اور اس کے لیے بھی احکامات جاری فرمائے۔ دینی امور ہوں یا معاملات زندگی قرآنی تعلیمات نے ان اصولوں ضوابط کی پاسداری کا حکم عورتوں کو بھی دیا ہے۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کے قوانین میں قرآن مرد و عورت دونوں سے مخاطب ہے[73]۔

گویا اللہ نے عبادت میں اور نیک اعمال میں دونوں (مرد و عورت) کے لیے اجر برابر رکھا ہے۔ اسی طرح پاکیزگی اختیار کرنے اور پاک دامن رہنے والے مرد و عورت کے لیے بھی اجر عظیم کا تذکرہ کیا ہے۔ اسی طرح نگاہوں میں پاکیزگی اور اپنی عصمت کے تحفظ کے لیے قرآن نے عورت کی اس انداز سے تربیت فرمائی:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ[74]

ترجمہ: "ایمان والیوں سے کہہ دو کہ اپنی نگاہ نیچی رکھیں اور اپنی عصمت کی حفاظت کریں۔"

رسولِ کریم ﷺ کی بارگاہ میں جس طرح مردوں کے لیے وعظ و نصیحت کا انتظام تھا اسی طرح عورتوں کے لیے بھی باقاعدہ ایام مقرر تھے جس میں آپ ﷺ عورتوں کی دینی رہنمائی اور اصلاح فرماتے۔ سب سے پہلے امہات المؤمنین خواتین کے لیے مثالی کردار کی حامی بنی جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے وقتاً فوقتاً علم دین سے استفادہ کیا اور امت کی خواتین میں یہ علم منتقل کرنے کا فریضہ سرانجام دیا۔

اسلامی تعلیمات میں عورت کی اخلاقی وروحانی تربیت کے بعد عائلی زندگی کی وضاحت بھی کی گئی ہے اور نسل انسانی کی بقاء و تربیت کی ذمہ داری اسلام نے عورت کو سونپی ہے۔ قرآن عورت کے لیے عائلی ذمہ داریاں تفویض کرتا ہے تاکہ قرآن کی درسگاہ سے تربیت حاصل کرنے کے بعد وہ معاشرے کا فعال رکن بن سکے۔ جیسا کہ حدیث میں آیا:

"عن عبد اللہ بن عمرو ان رسول اللہ ﷺ قال: الدنیا متاع و خیر متاع الدنیا المراۃ الصالحۃ"[75]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "دنیا متاع (کچھ وقت تک کے لیے فائدہ اٹھانے کی چیز) ہے اور دنیا کی بہترین متاع نیک عورت ہے۔"

اس سے معلوم ہوا کہ نیک عورت بہترین پونجی ہے کیونکہ اگر اس پر غور کیا جائے تو اسی کے دم سے گھر کا نظام منظم رہتا ہے اور اولاد کی اخلاقی و معاشرتی تربیت ہوتی رہتی ہے۔ گھر میں یہ ایک واحد فرد ہے جس کی بدولت گھر امن و تسکین کا باعث بنتا ہے۔ماں پر جہاں اللہ نے اولاد کی ولادت و رضاعت کی بھاری ذمہ داری عائد کی ہے وہیں اولاد کی منظم طرز میں تربیت کی تفویض فرما کر اس کے مقام و مرتبہ کو بلند کیا ہے جبکہ کفایت کی ذمہ داری مرد پر عائد کر کے اسے یکسو ہو کر تربیت کرنے کا حکم دیا ہے۔

اسلام نے بیوی کو شوہر کے مال پر امین بنایا ہے۔ اس کے ذمہ ہے کہ وہ شوہر کی موجودگی اور عدم موجودگی میں اپنی عزت اور مال کا تحفظ کرے گی۔ دونوں ایک دوسرے کے لیے خیر خواہ اور معاون ہیں جیسا کہ اللہ نے فرمایا:

هُنَّ لِبَاس لَكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاس لَهُنَّ[76] ترجمہ: "وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کے لیے لباس ہو۔"

اسی طرح عائلی زندگی میں جو نا اتفاقیاں ہو جاتی ہیں اس میں بھی قرآنی تعلیمات نے مرد وعورت کی اصلاح فرمائی اور دونوں کو صبر و تحمل اور استقامت سے معاملات سلجھانے کی تاکید کی ہے۔ عدل وانصاف کی روشنی میں مسائل کو حل کرنے کا پابند بنایا گیا ہے۔ ان تمام باتوں کا لب لباب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی سیرت مبارکہ میں خواتین کی اصلاح وتربیت کے لیے دینی، معاشرتی اور عائلی نظام زندگی کو منظم کرنے کے لیے اصلاحات کی گئی ہیں اور ان میں امہات المؤمنین اور سیدہ فاطمۃ الزہرہ سلام اللہ علیہا کی زندگی خواتین کے لیے بہترین نمونہ ہے جن کی زندگی تقویٰ واطاعت الٰہی میں صرف ہوئی۔ جن کی شخصیت میں عدل، سخاوت، استقامت اور بہادری کی اعلٰی صفات موجود تھیں۔ عصرِ حاضر کی خواتین کو چاہیے کہ وہ ان خواتین کی سیرت و کردار کا مطالعہ کرے۔

(4) نوجوان لڑکے، لڑکیوں کی اصلاح وتربیت (سوشل میڈیا کے تناظر میں) سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں

سوشل میڈیا پر بے بنیاد اور جھوٹی خبریں پھیلانا:

سوشل میڈیا آج گھر گھر کی ضرورت بن چکا ہے اور سوشل میڈیا پر فیک نیوز عام ہو چکی ہیں 'فیک نیوز' یا جعلی خبروں کے بارے میں ہونے والی دنیا کی سب سے بڑی تحقیق کے بعد سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ جعلی خبریں بہت تیزی سے اور بہت دور تک پھیلتی ہیں۔ بعد محققین کا دعویٰ ہے کہ جعلی خبریں زیادہ تیزی سے پھیلتی ہیں میساچوسیٹس یونیورسٹی آف ٹیکنالوجی میں ڈیٹا پر تحقیق کرنے والے سوروش ووشوگی نے بتایا کہ 'ہماری ریسرچ میں یہ واضح ہے کہ یہ انسانی مزاج کی کمزوری ہے کہ وہ ایسا مواد پھیلائے۔ ان کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ افواہیں پھیلانا یا ان پر یقین کر لینا انسانی مزاج کا حصہ ہے اور سوشل میڈیا سے انھیں ایک ذریعہ مل گیا ہے"[77]۔ اہم وجہ یہ بھی سامنے آتی ہے کہ لوگوں کو ان کی پسند کی خبروں میں دلچسپی پیدا ہو لہذا اکثر و بیشتر خواتین و حضرات اپنے سوشل اکاونٹ پر ویوروز بڑھانے، اور لائکس اور کمینٹس کی تگ و دو میں لگ جاتے ہیں۔ اسلام نے ایسے معاشرے کے لئے جہاں جھوٹ اور غیر مصدقہ خبریں پھیلنے کا اندیشہ ہو ایک قائدہ کلیہ عطا کیا ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِن جَآءَكُمۡ فَاسِقُۢ بِنَبَإٖ فَتَبَيَّنُوٓاْ أَن تُصِيبُواْ قَوۡمَۢا بِجَهَٰلَةٖ فَتُصۡبِحُواْ عَلَىٰ مَا فَعَلۡتُمۡ نَٰدِمِينَ [78] اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی اہم خبر لائے تو تحقیق کر لیا کرو، مبادا کسی قوم پر نادانی سے جا پڑو پھر تمہیں اپنے کیے پر پشیمانی ہو۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایک اصولی ہدایت دی کہ کبھی بھی کسی اہم خبر پر بغیر تحقیق کیے یقین نہیں کرنا چاہیے۔ پوری تحقیق کے بعد کوئی قدم اٹھانا چاہیے کیونکہ اس طرح انسان یا جماعت برے وقت پریشانی اور نقصان سے بچ سکتے ہیں۔ یہی اصول افواہوں کے لیے بھی بنایا گیا ہے۔ کیونکہ کسی بھی جماعت یا طبقہ کو شکست دینے کا بہت بڑا ہتھیار یہ ہے کہ غلط افواہیں پھیلا کر ان میں بے چینی، بے سکونی اور بد اعتمادی پیدا کر دی جائے اس طرح کا اندرونی انتشار کسی قوم کو تباہ کرنے کے لیے بہترین ہتھیار ہے۔ کسی بھی شخص کو یہ اجازت نہیں کہ بلا تحقیق کسی خبر کو آگے پہنچائے۔ ایسا شخص فاسق کہلاتا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا ہے :كَفٰى بِالْمَرْءِ كَذِباً اَنْ يُّحَدِّثَ بِكُلِّ مَاسَمِعَ [79]۔یعنی کسی انسان کے جھوٹا ہونے کو یہی کافی ہے کہ وہ ہر سُنی سُنائی بات) بِلا تحقیق (بیان کردے۔

لوگوں کو ہنسانے اور تفریح کے لئے جھوٹ بولنے کی ممانعت:

بسا اوقات سوشل میڈیا پر یہ بھی دیکھنے میں آتا ہے تفریح اور ہنسنے ہنسانے کے لئے بلا جھجھک جھوٹ کا استعمال کرتے ہیں مذاق اور شغل کے طور پر بھی جھوٹ بولنا جائز نہیں ہے؛ کیوں کہ جھوٹ بالکلیہ حرام ہے، کسی بھی حالت میں جھوٹ بولنے کی گنجائش نہیں۔ حالانکہ نبی کریم ﷺ نے مذاق میں بھی جھوٹی باتیں زبان سے نکالنے سے منع فرمایا ہے چنانچہ ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ وَيْلٌ لِلَّذِي يُحَدِّثُ بِالحَدِيثِ لِيُضْحِكَ بِهِ القَوْمَ فَيَكْذِبُ، وَيْلٌ لَهُ وَيْلٌ لَهُ[80] خرابی ہے اس کے لیے جو بات کرے تو جھوٹ بولے تاکہ اس سے قوم کو ہنسائے، اس کے لیے خرابی ہے، اس کے لیے خرابی ہے

مختلف ایپلیکیشنز کے ذریعے سے شکلیں بگاڑنا

اللہ کے نبی ہم سب کے آقا رحمت للعالمین سرکار کل عالم ﷺ نے اپنے رب سے تین دعائیں مانگی تھیں یا اللہ میری امت کے اجتماعی گناہوں پر سابق امتوں کی طرح ان کی شکلیں نہ بگاڑنا ان امتوں پر جب خدا کا عذاب آتا تھا تو خنزیر، بندر اور دیگر مختلف شکلوں میں انسان تبدیل ہو جاتے تھے۔ اللہ پاک نے یہ دعا قبول کر لی اور اپنے حبیب سے فرمایا کہ اے محمد میں تو ان کی شکل نہیں بگاڑوں گا وہ اپنی شکلیں خود تبدیل کر دیں گے۔ آج کل سوشل میڈیا پر اس طرح کی ایپلیکشنز متعارف کروائی جارہی ہیں جن میں مختلف افیکٹ کے ذریعے

چہرے پر کتے بلی چوہے گدھے یہاں تک یہ سور تک جیسے جانوروں کی تصویر اپنے چہرے پر لگاتے ہیں جو کہ ایک نہایت قبیح فعل ہے

مسلم شریف کی حدیث پاک ھے

إِذَا قَاتَلَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فَلْيَجْتَنِبِ الْوَجْهَ فَإِنَّ اللَّهَ خَلَقَ آدَمَ عَلَى صُورَتِهِ [81]

جب تم اپنے بھائی سے جھگڑا کرو تو چہرے پہ مارنے سے بچو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پہ پیدا کیا ھے"

ایک دوسرے کی غیبت یا خامیاں بیان کرنا:

سوشل میڈیا پر ایک دوسرے کی غیبت کرنا اور ایک دوسرے کی خامیاں نکالنا بھی تفریح کا ایک ذریعہ سمجھا جاتا ہے بسا اوقات اپنے سوشل میڈیا پیج کے ذریعے ایک خاتون سیاست دان تفریحی الفاظ ادا کرتے ہوئے دوسری پارٹی کی خواتین پر بے بنیاد الزام عائد کرتی ہیں اور کبھی ان پر مذاق کے انداز تہمت تک لگادی جاتی ہے، اور دوسری جانب سے بھی اسی طرح کے واقعات دیکھنے کو ملتے ہیں، اسی طرح شوبز وغیرہ سے تعلق رکھنے والی خواتین بھی اپنے ہی فیلڈ کی خواتین پر جملے کسنا، خامیاں نکالنا، یا ان کی برائیاں کرنا وغیرہ کا کام کرتی ہیں۔

اسلام میں غیبت کا شمار گناہ کبیرہ میں ہی آتا ہے۔ اس حوالہ سے اس قدر ممانعت ہے کہ عام زندگی میں اس کا تصور بھی محال ہے۔ قرآن کریم میں آتا ہے کہ وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ [82] اور نہ تم کسی کی غیبت کرو کیا تم میں سے کوئی بھی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرتا ہے؟ تم کو اس سے گھن آئے گی۔

یہاں بہت واضح ہے کہ اللہ تعالی نے غیبت کرنے سے منع فرمایا ہے اور غیبت کرنے کو اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے سے تشبیہ دی ہے۔

حدیث مبارکہ میں حضور اکرم ﷺ نے ارشاد ہے:

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «أَتَدْرُونَ مَا الْغِيبَةُ؟» قَالُوا: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. قَالَ: ذِكْرُكَ أَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُ". قِيلَ أَفَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ فِي أَخِي مَا أَقُولُ؟ قَالَ: «إِنْ كَانَ فِيهِ مَا تَقُولُ فَقَدِ اغْتَبْتَهُ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِيهِ مَا تَقُولُ فَقَدْ بَهَتَّهُ»[83].

روایت ہے حضرت ابو ہریرہؓ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا جانتے ہو غیبت کیا ہے سب نے عرض کیا اللہ رسول ہی خوب جانیں فرمایا تمہارا اپنے بھائی کا ناپسندیدہ ذکر کرنا عرض کیا گیا فرمایئے تو اگر میرے بھائی میں وہ عیب ہو جو میں کہتا ہوں فرمایا اگر اس میں وہ ہو جو کہتا ہے تو تو نے اس کی غیبت کی اور اگر اس میں وہ نہ ہو جو تو کہتا ہے تو تو نے اسے بہتان لگایا اور ایک روایت میں ہے کہ جب تو اپنے بھائی کا وہ عیب بیان کرے جو اس میں ہے تو تو نے اس کی غیبت کی اور اگر تو وہ کہے جو اس نے نہ کیا ہو تو تو نے اسے بہتان لگایا۔

لہذا تفریح کے حصول کے لئے کسی کی تحقیر کرنے کے لیے اس کی خامیوں کو ظاہر کرنا، اس کا مذاق اڑانا، اس کی نقل اتارنا یا اس کو طعنہ مارنا یا عار دلانا یا اس پر ہنسنا یا اس کو بُرے بُرے اَلقاب سے یاد کرنا اور اس کی ہنسی اُڑانا درست عمل نہیں ہے۔ لہذا سوشل میڈیا پر بھی اور عام زندگی میں بھی ایسے کاموں سے بچنا ہر ایک کی ذمہ داری ہے۔

فی زمانہ نوجوان نسل ملک و قوم کے معمار ہیں۔ ان کی تعلیم و تربیت وقتاً فوقتاً اصلاح معاشرے کے لیے معاون بناتی ہیں۔ اگر یہ مناسب طرز سے نہ کی جائے تو نوجوان نسل بے راہ روی کا شکار ہو جاتی ہے، کئی جرائم کا سبب بنتے ہے اور اگر نوجوان نسل کو بہتر تعلیم سے نوازا جائے۔ کردار سازی کی جاتی رہیں اور صحیح طرز سے رہنمائی اور مشاورت سے کام لیا جائے تو معاشرہ مہذب یافتہ اور خوشگوار رہے گا۔ یہی وجہ ہے کہ رسولِ کریم ﷺ نے اپنے دور میں نوجوانوں کی اصلاح فرمائی اور ان سے ان کی ذہنی سطح کے مطابق کام لیا۔

سوشل میڈیا پر دوست بنانے میں احتیاط:

نوجوان نسل کی تربیت میں اہم عنصر "صحبت" کا ہے یہی ایک بہترین محرک ہے جو بچے کو اچھا یا برا بناتا ہے۔ اسی لیے آپ ﷺ نے فرمایا: الرجل علیٰ دین خلیله فلینظر احدکم من یخالل[84] ترجمہ: "آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے تو (کسی کو دوست بنانے سے پہلے) تم میں سے ہر ایک خوب سوچ سمجھ لینا چاہیے کہ وہ کیسے شخص کو اپنا دوست بنا رہا ہے۔"

معلوم ہوا کہ اگر حلقہ احباب میں افراد بدنیتی اور اوباش لوگ ہوں گے تو انسان پر اس کے منفی اثرات رونما ہوں گے اور اگر نیک، دیندار اور باکردار افراد ہیں تو انسان کی شخصیت پر ایسے ہی اثرات مرتب ہوں گے۔

خلاصہ مقالہ:

دورِ حاضر میں شدت پسندی دنیا بھر کے معاشروں میں سرایت کر رہی ہے۔ شرق و غرب میں نفرت اور تقسیم کے بیج بوئے جا رہے ہیں، اسلاموفوبیا اور دہشت گردی جیسے مسائل لوگوں کی نفسیات پہ طاری ہو رہے ہیں۔ ایسے وقت میں ہمارے ملک میں بھی مختلف سطحوں پر اخلاقی اعتبار سے گھمبیر مسائل جنم لے چکے ہیں جن کا سامنا ہم آئے روز کرتے رہتے ہیں۔

عصر حاضر میں ہماری عوام کے اخلاق اس قدر بگڑ چکے ہیں کہ ان کی بدولت ہم اپنے مذہب کو بدنام کر رہے ہیں۔ لہجے میں تو سختی جیسے ہماری پہچان بن چکی ہے۔ آج اپنے اخلاق ہی ایسے ہیں جن کی بدولت ہم بہت ساری کامیابیوں سے محروم ہیں۔ انسان کی کامیابی اور اس کی اپنی شناخت کا معاملہ اس کے اخلاق پر بھی منحصر ہوتا ہے۔ اسی بنا پر ہمارے لئے اپنا اور اپنے بچوں کا نئے سرے سے جائزہ لینا بہت ضروری ہے تاکہ ہم اور ہمارے بچے خوش اخلاقی کو اپنا کر دنیا اور آخرت دونوں میں سرخرو ہوں۔ اس کے علاوہ ہمیں بچوں کو جدید ٹیکنالوجی کے منفی اثرات سے بھی بچانے کی ضرورت ہے جیسے موبائل پر فضول وقت کا ضیاع کرنا، ہر وقت انٹرنیٹ کا منفی استعمال بھی بچوں پر برا اثر ڈالتا ہے اس طرح کے دور میں بچوں کی تعلیم بھی بہت متاثر ہو رہی ہے ۔والدین بھی بچوں کو سکول اور ہاسٹل میں داخل کروا کے اپنے آپ بچوں کی تعلیم و تربیت کے حوالے سے کو مطمئن ہو جاتے ہیں اور خود اپنی اپنی زندگیوں میں مصروف رہتے ہیں۔ اگر موجودہ دور میں یہ طریقہ کار یونہی چلتا رہا تو ہم اپنے معاشرے کی اخلاقی اقدار کا جنازہ اٹھانے کے خود ذمہ دار ہوں گے۔ اس طرح ہم بحیثیت قوم معاشرے کے اور بحیثیت مسلمان خدا کے مجرم بنیں گے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے بچوں کی تعلیمات کے حوالے سے ہمیں جو کچھ بتایا جس کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے ہم نے بحیثیت والدین اور اساتذہ اس طریقہ کار پر عمل چھوڑ دیا ہے۔

افراد کی اخلاقی تربیت کے لیے سب سے پہلے یہ ضروری ہے کہ ہم اپنے کردار کو لوگوں کے مابین مثالی بنائے کیونکہ معاشرے کی بقاء اور تربیت کے لیے یہ امر نہایت ہی ضروری ہے۔ آجکل ہم اصلاح کرنے کے

دھن میں اپنے کردار پر روشنی نہیں ڈال رہے جس کے باعث معاشرہ ہم سے متاثر نہیں ہو رہا اور پھر ہم معاشرے اور ماحول پر یہ ذمہ داری عائد کرتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں ہے۔ بدی کی جڑ ہے جبکہ معاشرہ لوگوں سے ہی بنتا ہے اگر لوگوں میں خوف خدا، صبر، سچائی، کسب حلال، دیانت داری، عدل، شجاعت جیسی اعلیٰ اوصاف موجود ہیں تو معاشرہ امن کا گہوارہ بن جائے گا اور اگر اس کے برعکس صورتحال ہو جیسا کہ جھوٹ، بدنیتی، حرام روزی، عدم برداشت، ناپ تول میں کمی، حسد، غیبت، حرص، ظلم اور احکام الٰہی سے دوری تو تب جا کر معاشرہ زوال کر باعث بنتا ہے اور یہی چیز قوموں کے زوال کو سبب بنتی ہے۔

معاشرے کی اخلاقی اصلاح و تربیت کے لیے سیرتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں جس کا ذکر مندرجہ بالا سطور میں کیا گیا ہے۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ معاشرے کی ترقی اور عروج سیرت طیبہ ﷺ کے اقوال و افعال اور طرز زندگی میں پوشیدہ ہے۔ اگر مسلم امہ کو اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کرنا ہے تو قرآن و سنت سے اپنا رشتہ مستحکم کرنا ہو گا اور یہی ہماری نجات کا راستہ ہے۔

تجاویز

- معاشرے کی اصلاح و تربیت اسی وقت ممکن ہے جب معاشرے میں موجود ہر فرد ہر انسان اور ہر طبقے سے تعلق رکھنے والا اپنی ذمہ داری کا احساس کرے، جہاں وہ نماز، روزے اور حج کی آدائیگی کو اعمال صالحہ سمجھتا ہے اسے چاہیے کہ وہ معاشرے کی اصلاح و تربیت کو بھی اعمال صالحہ سمجھتے ہوئے اپنی ذمہ داری کا احساس کرے۔
- سرکاری اداروں میں موجود افراد، بالخصوص سیاستدان، لیڈران کو چاہئے کہ وہ اپنے آپ کو عوام کے لئے رول ماڈل بنائیں، قول و فعل میں ہم آہنگی پیدا کریں تاکہ اس کے مثبت اثرات عوام پر ظاہر ہوں۔
- خانقاہیں، مساجد اور امام بار گاہوں میں اصلاح و تربیت کے عنوان کے تحت سیمینار منعقد کئے جائیں اور آئمہ و خطباء مساجد کو چاہئے کہ وہ جمعہ کے خطبات میں آپ ﷺ کی سیرت طیبہ اور اصلاح و تربیت کے موضوع پر لیکچرز دیں تاکہ عوام الناس کو اسلام کے متعلق روشناس کروائیں تاکہ اسلاموفوبیا کا خاتمہ ہو سکے۔
- بچوں کی اصلاح و تربیت کی پہلی درسگاہ ان کا اپنا گھر ہوتا ہے لہذا والدین کو چاہئے کہ وہ اپنے بچوں کی اصلاح و تربیت کے لئے بچپن سے ہی اہتمام کریں اور ان کی ہر عمر میں اصلاحی پہلوؤں کو اجاگر کریں، بچوں کو غلط ناموں

سے پکارنے کے بجائے اچھے اور عمدہ ناموں سے ہی مخاطب کیا جائے، ہر ایک کے سامنے ان کی بے عزتی نہ کریں کہ اس سے بچوں پر غلط اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

- اساتذہ کو چاہیئے کہ وہ شاگردوں کے سامنے اپنے آپ کو رول ماڈل بنائیں، طلباء کے سامنے ہر طرح کہ ایسے رویوں سے اپنے آپ کو بچائیں جس سے طلباء پر منفی اثرات مرتب ہوں، انہیں ٹارگٹ کرنے اور ان کے ساتھ ہتھک آمیز رویہ اپنانے کے بجائے اعلیٰ اخلاق اور حسن سلوک کا مظاہرہ کرنا چاہیئے۔

حوالہ جات

[1] القشیری حجاج بن مسلم، الجامع الصحیح، باب فی البر والصلۃ، حدیث:1067

Al-Qashiri Hijaj Bin Muslim , Al-Jamia AlSahih ,Bab Fee Al-Ber Wasla , Hadith no :1067

[2] ترمذی، محمد بن عیسیٰ، السنن، کتاب البر، ،حدیث1964 جلد3 ص409

Tirmizi , Muhammad Bin Esa, Alsinan , Kitabul Bir , Hadith 1964 Vol 3 pg 409

[3] اصفھانی، المفردات فی غریب القرآن ص182

Esfahani, al-Mufardat fi Gharib al-Qur'an, p 182

[4]- آیت اللہ مصباح یزدی، ماخوذ از: اخلاق در قرآن، ج۳، ص۱۵۱۔

Ayatullah Misbah Yazdi, Taken from: Ethics in the Qur'an, vol. 3, p. .151

[5]- محمود سید قاسم، اسلامی انسائیکوپیڈیا، الفیصل، لاہور، 2004ء ج1 ص112

Mahmood, Syed Qasim, Islamic Encyclopaedia, Al-Faisal, Lahore, 2004, vol.1, p.112

[6]- القرآن 56:7

Al-Quran 7 : 56

[7]- القرآن 102:9

Al-Quran 9 : 102

[8]- مفتی عاشق الٰہیؒ، تفسیر انوار البیان، ادارہ تالیفات اشرفیہ جلد3 ص358

Mufti Ashiq Elahi, Tafsir Anwar al-Bayan, Ashrafiya Compilation .Institute, , Vol. 3 p. 358

9- محمود سید قاسم، اسلامی انسائیکوپیڈیا، الفیصل ناشران، لاہور

Mahmood, Syed Qasim, Islamic Encyclopedia, Al Faisal Publishers, Lahore

10- الراغب الاصفھانی، الامام المفردات فی غریب القرآن کتاب الراء، بذیل مادہ ر

Al-Raghib Al-Isfahani, Imam Al-Mufradat in the Gharib Al-Qur'an ,Kitab Al-Ra', with an appendix to the article

11- العمادی ابو سعود، محمد بن مصطفیٰ، تفسیر ابی السعود، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ج 1، ص 13

Al-Emadi Abu Saud, Muhammad bin Mustafa, Tafsir of Abi Al Saud, Darahiya al-Tarath al-Arabi, Beirut, vol.1, p.13

12- الزبیدی ابو الفیض محمد بن عبد الرزاق، تاج العروس، دارالہدایہ، ج1، ص506

Al-Zubaidi, Abu al-Faiz Muhammad bin Abd al-Razzaq, Taj al-Aros, .Dar al-Hidaya, vol.1, p.506

13- اصفہانی، علامہ راغب، المفردات فی غریب القرآن، دارالقلم، الدار الشامیۃ، ص 336

Isfahani, Allama Raghib, Al-Mufardat fi Gharib al-Qur'an, Dar al-.Qalam, Al-Dar al-Shamiya, p. 336

14- شہباز خان، اسلامی نقطہ نظر سے تربیت اساتذہ، ص119

Shahbaz Khan, Teacher Training from an Islamic Perspective, p 119

15- ندوی محمد شمشاد: اصلاح معاشرہ اور اسلام، ص23

Nadvi, Muhammad Shamshad: Reforming Society and Islam, p. 23

16- صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، رقم الحدیث ۳۰۲۷

Authenticated by Bukhari, The Book of Beginning of Creation, Hadith No 3027

17- ابن حنبل: المسند، کتاب: باقی مسند الانصار، رقم الحدیث ۲۴۸۶

Ibn Hanbal Al-Musnad, book: Baqee Musnad al-Ansar, number of hadith 2486

18- ندوی، سید سلیمان: خطباتِ مدراس، ص ۳۵

Nadwi, Sadh Salman: Sermons of Madras, p. 35 .

19- القرآن 2: 12

Al-Qur'an 2 : 12

20- ابو عبداللہ محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، الناشر: دار إحیاء الکتب العربیۃ، جلد1 حدیث224 ص81

Abu Abdullah Muhammad bin Yazid, Sunan Ibn Majah, Publisher: Dar Ihya al-Kutub al-Arabiya ,
Vol. 1 Hadith 224, pg 81

21 - ندوی مجیب الرحمن، معلم انسانیت کا نظام تعلیم و تربیت، از مقدمہ سید سلیمان ندویؒ، نعمانی اکیڈمی، نیرل، مہاشٹر، انڈیا، ص 8

Nadvi, Maulana Mujibur Rahman, The Education System of Humanity, by Syed Sulaiman Nadvi, Naumani Academy, Neral, Maharashtra, India , pg .8

22 - ادریسی، محمد عبد الحیّ، التراتیب الاداریۃ ا 16 الناشر: دار الأرقم-بیروت

Idrisi, Muhammad Abd al-Hay, Administrative Regulations 1 16 Publisher: Dar Al-Arqam - Beirut

23-التراتیب الاداریۃ ا/۱۷

Al-Taratib Al-Adariyyah 1/17

24- المیمنی محمد صدیق ماھنامہ دارالعلوم، شعبان-رمضان 1431ھ مطابق اگست 2010ء دینی علوم کی عظمت اور فضیلت، اسلامی تعلیمات کی اخلاقی اور تہذیبی قدریں شمارہ 8، جلد 94

Al-Maimni, Maulana Muhammad Siddiq Mahnamah Darul Uloom, Shaban - Ramadan 1431 AH August 2010 Greatness and Excellence of Religious Sciences, Moral and Cultural Values of Islamic Teachings , Shumara 8 , Vol. 94

25-معلم انسانیت کا نظام تعلیم و تربیت ص 65

Education and training system of teacher humanism p. 65

26- القرآن سورۃ ا لفصلت 30

Al-Qur'an, Surah Al-Lafaslat: 30

27-اسرار احمد، تفسیر بیان القرآن، انجمن خدام القرآن، خیبر پختونخوا، پشاور، جلد 6 ص 287

Asrar Ahmad, Tafseer Bayan Al-Qur'an, Anjuman Khudam Al- - Qur'an, Khyber Pakhtunkhwa, Peshawar, Vol. 6, pg. 287

28 -ترمذی محمد بن عیسی، جامع الترمذی، ابواب الادب، بابُ مَا جائی سورۃ السجدہ، 5/379

Tirmidhi Muhammad ibn Isa, Jami al-Tirmidhi, Abab al-Adab, Chapter Ma Jaa fi Surat al-Sajdah, 5/379

29-سعیدی غلام رسولؒ، تفسیر تبیان القرآن، فرید بکسٹال لاہور جلد 10 ص 487

Saidi Allama Ghulam Rasool, Tafsir Tabiyan al-Qur'an, Farid Buxtal .Lahore, Vol. 10, pg. 487

30- النسائی، احمد بن شعیب بن علی، سنن نسائی، موسوعۃ الحدیث الشریف الکتب الستہ، الریاض، دارالاسلام، رقم الحدیث ۲۵۲۳، ص ۲۲۵۱۔

Al-Nasa'i, Ahmad bin Sha'b bin Ali, Sunan al-Nasa'i, Musawat al-Hadith al-Sharif al-Kitab al-Sita, Al-Riyadh, Dar al-Islam, Hadith .volume 2523, p. 2251

31 - البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، ریاض دارالسلام، موسوعۃ الحدیث اشریف الکتب الستہ، ۲۰۰۰ء، کتاب بدء الوحی، رقم الحدیث ۰۳، ص۷۔

Al-Bukhari, Muhammad bin Ismaald, Al-Jama'i al-Sahhal, Riyadh Dar al-Salaam, Musawat al-Hadith Ashrif al-Kitab al-Satta, 2000, Kitab al-.Ghimad Al-Wahhi, Volume of Hadith 03, pg.7

32-عبد الرحمن ابن خلدون، مقدمہ

Abdul al-Rahman Ibn Khaldun, Muqadma

33- القرآن68 : 4

Al-Quran 68 : 4

34-عبد الجبار شیخ'سیرت مجمع کمالات' ادارہ تعلیمات سیرت' سیالکوٹ' ۱۹۸۸ء' ص۱۹۸۔۱۹۹

Abdul Jabbar Shakhaq, Sarrat Majma Kamalat, Institute of Education Accelat, Saralkot, 1988, pg. 198-199

35 - احمد بن حنبلؒ'مسند احمد' کتاب: باقی مسند الصحابہ، رقم الحدیث:۱۶۹۶۷۔

Ahmad bin Hanbal's Musnad Ahmad' book: Baki Musnad al-Sahaba, .hadith number: 16967

36-سراج الدین ندوی'رسول خدا کا طریق تربیت' اسلامک پبلیکیشنز'لاہور' ۲۰۰۰ء' ص۲۹۔

Sirajuddin Nadvi, "Rasul-e-Khuda's Tariq Tarbat," Islamic .Publications, Lahore, 2000, pg. 29

37- بخاری، کتاب الأدب، باب التبسم والضحک۔۔الحدیث 60887 ۶۰۸۸

Bukhari, The Book of Literature, Chapter on Smiling and Laughter, Hadith 6088 7

38 -بخاری، کتاب الجھاد، باب الشجاعۃ فی الحرب والجبن: ۲۸۲

Al-Bukhari, Kitab al-Jihad, chapter al-Shuja'at fi al-harb wa al-cheab: 282

39- بخاری، کتاب الأدب، باب لم یکن النبی(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فاحشًا ولا متفاحشًا:۶۰۳

- Al-Bukhari, Kitab Al-Adab, Chapter 1: Yakin al-Nabi (peace and blessings of Allah be upon :him) Fahishah and Mutafahishah

40- نعمانی، علامہ شبلی، سیرت النبیؐ جلد ششم

Nomani, Allama Shibli, Sirat-ul-Nabi, Volume 6

41-محمد مشتاق، پیارے نبی ﷺ رحمت کی پیاری سیرت، کراچی غازی پبلیشرز ص۵۲

Dear Sirat, Karachi Ghazi Publishers, pg. 52ﷺ Muhammad Mushtaq, The Beloved Prophet's

42-البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، کتاب التیمم، الناشر: دار طوق النجاۃ، جلد8، حدیث6114، ص28

Al-Bukhari, Muhammad bin Ismail, Sahih Al-Bukhari, The Book of Tayammum, Publisher: Dar Touq Al-Najat, Volume 8, Hadith 6114, pg 28

43- تبریزی محمد بن عبد اللہ ولی الدین مشکوۃ المصابیح، کتاب الادب، الناشر: المکتب الإسلامي-بیروت، حدیث نمبر5548

Tabrizi Muhammad bin Abd Allah Wali al-Din Mishkut al-Masabih, Kitab al-Adab, Publisher,Mahib Al-Islami – Beirut, Hadith No. 5548

44-رواہ احمد وابوداؤد اور یہ ضعیف ہے / الجامع للالبانی رقم ۱۵۱۰

Narrated by Ahmad and Abu Dawud and this is a weakness / Al-Jami Lal al-Albani No. 1510

45- خالد علوی، خلق عظیم، ص۱۳۶

Professor Dr. Khalid Alvi, Khalq Uzmi, pg. 136

46 - القرآن سورۃ سورۃ فصلت:37

Al-Qur'an Surah Al-Faslat: 37

47-اصلاحی، مین احسن: تدبر قرآن' فارانق فائونڈیشن 'لاہور' ۷۔۱۰۲

Islahi, Min' Ahsan: Tadbar Qur'an, Farang Foundation, Lahore, 7.102

48 -ابن قیم الجوزی: زاد المعاد فی ھدی خیر العباد۔ مکتبۃ الرسالہ' بیروت' ۱۹۷۹ء۔۳ة۴۳۲۔۴۳۳

Ibn Qum, Al-Jawzi: Zad al-Ma'ad fi Hadi Khura al-Abad. Maktabat al-Risalah, Bar2wat, 1979. 3. 432. 433

49- شبلی نعمانی: سیرت النبی، لاہور، ۱/۲۰۴۔

.Shibli Nomani: Sart al-Nabi, Lahore, 1/2004

50 - فیروز الدین، مولوی، فیروز اللغات، لاہور، فیروز سنز، ص۳۵۶

.Farhuzuddin, Maulvi, Farwaz al-Laghat, Lahore, Freeze Sons, pg 356

51-ابن الاثیر، النھایۃ فی غریب الحدیث، لابن الاثیر، ۲/۲۴۶ مادہ (رف ق)

Ibn al-Athar, Al-Nahiya fi Ghareeb Hadith, Laban al-Athar, 2/246 madh (R.F.Q.)

52 - ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، لاہور، المطبعۃ السلفیۃ، ۱۰/۴۴۹ جلد ۱۰، ص۴۴۰،

Ibn Hajar Asqalani, Fateh al-Bari, Lahore, Al-Mutabat al-Salafiyyah, 10/449 Vol.10 pg 440

53- القرآن2: 185

Al-Quran 2: 185

54- القرآن 4: 28

Al-Quran 28 : 4

55- القرآن5: 6

Al-Qur'an 5 : 6

56- الصحیح للبخاری، امام محمد بن اسماعیل بخاری، کتاب الایمان، باب الدین یسر

Al-Sahih by Bukhari, Imam Muhammad bin Ismail Bukhari, Kitab al-Iman, Bab al-Din Yasir

57-مسند احمد: جلد دوم: حدیث نمبر14، کتاب حدیث1138

Musnad Ahmad: Volume II: Hadith No. 14, Book of Hadith 1138

58-یوسف القرضاوی، الصحوۃ الاسلامیہ بین التطرف والجمود، ص ۲۶۳۔

.Yusuf al-Qaradawi, Al-Sahwat al-Islam Mahl ibn al-Tarf al-Jahud, pg. 263

59- صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، رقم 4695

Authenticated by Muslim, The Book of Righteousness, Prayer and Etiquette, No. 4695

60 - سنن ترمذی، کتاب الاستئذان والآداب، رقم 2625

Sunan al-Tirmidhi, The Book of Permission and Etiquette, No. 2625

61- القرآن 9 : 103

Al-Quran 9 : 103

62- صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ الاداب، باب: تحریم ظلم المسلم، وخذلہ واحتقارہ ودمہ وعرضہ ومالہ، مترجم: جلالپوری، پروفیسر محمد یحیٰی سلطان محمود، دارالسلام، ح:2564

Sahih Muslim, Kitab al-Albar wa Salat al-Adab, Chapter: Prohibition of Cruelty to Muslim, Wakhadlah, and Insult, and Dummah, Warada, and Mala, Translator: Jalalpuri, Professor Muhammad Yahya Sultan Mahmood, Dar al-Salaam, H: 2564

63- القرآن 10: 16

Al-Quran 10 : 16

64 - ابو عبد اللہ محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، الناشر: دار إحیاء الکتب العربیۃ ، جلد1، حدیث229، ص83

Abu Abdullah Muhammad bin Yazid, Sunan Ibn Majah, Publisher: Dar Ihya al-Kutub al-Arabiya Vol. 1, Hadith 229 , pg 83

65 - القرآن159

Al-Quran 3 : 159

66 - البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، کتاب التیمم، الناشر: دار طوق النجاۃ، جلد2، حدیث**1385**، ص100

Al-Bukhari, Muhammad bin Ismail, Sahih Al-Bukhari, The Book of Tayammum, Publisher: Dar Touq Al-Najat , Volume 2, Hadith 1385 , pg 100

67- ابن ماجہ، السنن، کتاب الأدب، باب بر الولد والإحسان إلی البنات، 2: 1211، رقم: 3671

Ibn Majah, Al-Sunan, The Book of Literature, Chapter on Childhood, 2: 1211, No. 3671

68- مسلم، الصحیح، کتاب الصلاۃ، باب تحریم الکلام في الصلاۃ ونسخ ما کان من إباحۃ، 1: 381، رقم: 537

Muslim, Al-Sahih, The Book of Prayer, Chapter on the Prohibition of Talking During Prayer and Abrogating What Was Permissible, 1: 381, No.: 537

69 - بخاري، الصحیح، کتاب الأطعمۃ، باب التسمیۃ علی الطعام والأکل بالیمین، 5: 2056، رقم: 5061-5063

Al-Bukhari, Al-Sahih, The Book of Foods, the chapter on labeling food and eating with the right hand, 5: 2056, No. 5061-5063

70 - صحیح بخاری، کتاب الصلوۃ، باب اذا حمل جاریۃ صغیرۃ علی عنقہ فی الصلاۃ، ح:516

Sahih al-Bukhari, Kitab al-Salawat, Chapter Izahamal Jareet Saghira Ali Anqa fi Salaat, H:516

71 https://urdu.geo.tv/latest/140384-mosques-in-turkey-arrange-facilities-for-women-to-bring-their-children, date:20-4-2022,Time:10:10

72- بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب الاطعمہ، باب التسمیۃ علی الطعام والاکل بالیمین، ح:5376

Ali ؛Bukhari, Muhammad bin Ismail, Sahih Bukhari, Kitab al-Athama, Bab al-Tasmi al-Had al-Walaak al-Ba Limin, H: 5376

73-القرآن16: 97

Al-Quran 16 : 97

74- القرآن31:13

Al-Quran 31 : 13

75- صحیح مسلم، کتاب الرضاع، لاہور، مکتبہ رحمانیہ ج2، ح1469

Sahih Muslim, Kitab al-Raa'ah, Lahore, Maktaba Rahmaniya , Vol.2, H:1469

76-القرآن2: 187

Al-Quran 2 : 187,

77https://www.bbc.com/urdu/science-43348443

78-القرآن 6 : 49

Al-Quran 6 : 49

79- مسلم بن الحجاج القشیری، الناشر: دار إحياء التراث العربي- بیروت صَحِيح مُسلِم، جلد4، حدیث نمبر2315 ص135

Muslim Bin Al Hijaj AlQashiri , Dar Ahya Altaras Al Arabi , Berut, Sahih Muslim, Vol 4 Hadith 2315,Pg 135

80- محمد بن عیسیٰ ترمذی، جامع ترمذی، والناشر: دار الغرب الإسلامي- بیروت جلد4 ، حدیث نمبر2315، ص135

Muhammad ibn Isa al-Tirmidhi, Jami` al-Tirmidhi, and the publisher: Dar Al-Gharb Al-Islami – Beirut Vol. 4, Hadith No. 2315 , pg. 135

81- مسلم بن الحجاج القشیری، الناشر: دار إحياء التراث العربي- بیروت صَحِيح مُسلِم، جلد4، حدیث نمبر2612 ص2016

Muslim Bin Al Hijaj AlQashiri , Dar Ahya Altaras Al Arabi , Berut, Sahih Muslim, Vol 4 Hadith 2612,Pg 2016

82- القرآن، 49 : 12

Al-Quran 49 : 12

83 - مسلم بن الحجاج القشیری، ، الناشر: دار إحياء التراث العربي- بیروت صَحِيح مُسلِم، جلد4، حدیث نمبر2589 ص 2001

Muslim Bin Al Hijaj AlQashiri , Dar Ahya Altaras Al Arabi , Berut, Sahih Muslim, Vol 4 Hadith 2589,Pg 2001

[84] - سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب من یؤمر ان یجالس، ح4833

Sunan Abi Dawud , Kitab ul Adab , Bab Man Youmran Yajalis , Hadith 4833